

فصل

گل و صنوبر منظم



الموسم

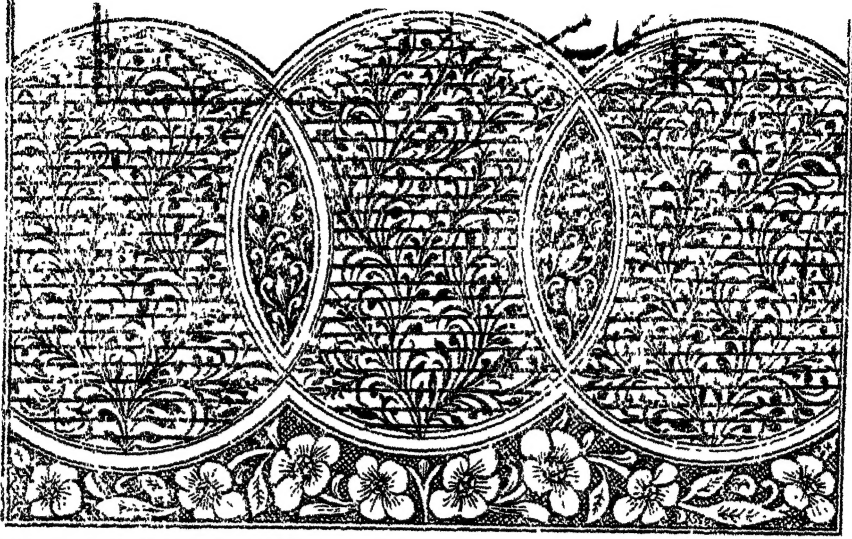
شعری گل

ناظم مدیریم الممال شاعر شیرین مقال جناب کے اخذ ادا کیا گیا  
مددگار عدالت صنعت کریم نگر دام اقبالہ

باہتمام سید محمد طاہر رضا

مطبع انوار الاسلام حیدرآباد

مین چپا



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حمد خدائی معبود و نعمت اظہر محمود

کعبہ قبلہ مُتَابِتہ ہے  
یہ عتدائِ اناہلِ شلم ہے  
یون لکھتا ہر حمد کے مضامین  
عنوانِ صحیفہ دو عالم  
سُجائیک خالقِ انوار  
ہر فرشتہ ریگِ سجہ گردان  
ہر برگ گیاهِ ترزبان ہے  
ہے کاشفِ رمزِ لا و لا

دلِ مائلِ حمد رہتا ہے  
پانچ انگلیوں میں قلم جو خم ہے  
باغِ وحدت کا کلکِ گلچین  
اللہ کا نام اسیمِ اعظم  
کونین کا یہ طلسمِ نادر  
اللہ اللہ بحمدِ سبحان  
نوکِ ہر خار حمدِ خوان ہے  
بُستانِ جہان کا پستِ پائتہ

کس جوش و خروش سو ہی جاری  
 غنچہ کی برائے حق ستائی  
 سوسن کی زبان ہو صرف توحید  
 شاداب و شگفتہ ہر گل تر  
 سجد یمن جھکی ہوئی ہی ہر شاخ  
 پھل نخل کا صورت قمر ہے  
 ہے پنجہ مریم یگانہ  
 تحریر ہے بعد حمد بے حد  
 جب نام نبی زبان پر آیا  
 تھی شانہ پہ خاتم نبوت  
 دل شاغلِ نعت سروری ہی  
 یاد کا کل میں سنبل تر  
 شیوہ محبوبیاض گردن  
 بلبل بہو اے یادِ رخسار  
 ہر برگ و رود پڑھ رہا ہے  
 پیدا یہ حواس سے سخن ہے  
 چارون عنصر سے جملہ انسان  
 اللہ نے ظرف کے فراخ و  
 پتھر کو شرلو کو آہنگ

بلبل کی زبان پر حمد باری  
 کرتی ہے صبا دہن کشائی  
 نرگس ہوئی محویت دید  
 ہے بادۂ معرفت کا ساغر  
 حمد باری سے شاخ و در شاخ  
 توحید خدا کا یہ ثمر ہے  
 مصروفِ مہاز پنجگانہ  
 اوراق چمن پہ نعت احمد  
 غامہ نے ادب سے سر جھکایا  
 تھے بیٹے کہ خاتم نبوت  
 یا شیشے میں بولتی پر می ہے  
 واللہ کو کر رہا ہے ازبر  
 والفجر کی جب رہی ہی سمرن  
 والشمس کی کر رہا ہے تکرار  
 جو نخل ہے وجد میں کھڑا ہے  
 انسان مطلق پنجتن ہے  
 چارون یارون کے ہیں تنانوں  
 ہر شے کو دیا ہے ایک جوہر  
 بلبل کو ترانہ نعل کو رنگ

<p> غنجہ کو دہن تو پھول کو خند  آنکھیں نرگس کو شمس کو نور  شبیم کو ملی سرشک باری  پانی ہے گلون نے رنگ بیزی  گنجینہ غم کیا دل زار  ان ماورخون کو وہ دیا نور  کیونکر نہ ہوں مجھ خود پرستی  اللہ نہ ان کے پالے ڈالے  شبنون سے لیا دل بشر کو </p>	<p> سوں کو زبان تو سر و کوفت  دنیا کو صنم بہشت کو حور  عاشق کو ملی جگر و نگاری  خامہ کو ملی شگوفہ ریزی  انسان کا کیا بتوں کو دلدار  سب رشک پری ہیں غیرت حور  پانی ہے جہان پر چہرہ دستی  کعبہ سے یہ جب گئے نکالے  خالی نہ کیا خدا کے گھر کو </p>
---	---

### غزل

<p> عجاز بیان مراد ہن ہے  خاصہ مرا سیر ذوالمن ہے  مداح خدا و تیج تن ہے  یہہ طبع کا اپنی بانگین ہے  زیبا سے نور کا کفن ہے  مجنون ہی رہا نہ کوہ کن ہے  امید طفیل پنہن ہے  مرزا نہیں شیخ برہن ہے </p>	<p> حمد حق میں ترانہ زن ہے  جبریل امین کا ہسم سخن ہے  اللہ رمی قلم کی ارجبت دی  خاصہ جو دکھا رہا ہے شوخی  دل عشق رسول کا ہے کشتہ  کس کو کروں داغ دل مقابل  وامن ہو گل مراد سے پڑ  ہے دیر و حرم میں ایک جلوہ </p>
--	--

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات



یارب تسلیم تسلیم ہری ہو  
 بھولے نہ خزان دوچار ہو جائی  
 پانچ انگلیاں سب چراغ ہو جائیں  
 تالوین زبان ہو شمع فالوس  
 ابر رحمت سے دھوا آہی  
 جانے نہ بہ طرز بیوفائی  
 شق ہو مثل قمر نہ سینہ  
 ضایع نہ ہو فکر کی رسائی  
 قطرن پہ نہ ہو یہ ریزہ ریزہ  
 بان راہیت خامہ اب علم ہو  
 بحر اعظم کی ہو روانی  
 رونق ہو خدا مرے سخن کی  
 کلاب دوزبان جو تر زبان ہو  
 اظہار تسلیم کا معجزہ ہو  
 تقریر میں سحر جلوہ گر ہو  
 ہر حرف کند گیسویار  
 ہر لفظ گل دہان خوبان  
 ہر سطر ہو غیرت صنوبر  
 ہر صفحہ بیاض گردن یار

پھولے پھلے اور ہری بھری ہو  
 یہ شاخ سدا بہار ہو جائے  
 یا گوہر شب چراغ ہو جائیں  
 ہو جنبش خامہ رقص طاؤس  
 منہ سے خامہ کے روسیاہی  
 آنکھوں سے قلم کی روشنائی  
 یہ گنج سخن نہ ہو دغینہ  
 حاتم کی بنے سخن کسائی  
 بڑھ بڑھ کے مرا تسلیم ہونیزہ  
 سیف دوزبان مرا قلم ہو  
 شاخ گل کی ہو کلف شانی  
 خامہ کی روش روش چمن کی  
 خاموش ہزار داستان ہو  
 صفحہ چمن کھلا ہوا ہو  
 تحریر میں سامری اثر ہو  
 ہر دایرہ ہو پتون کی زُنار  
 معنی لطیف جان خوبان  
 ہم شکل قد حسین دلبر  
 ہر مدد ابرو دان چمن دار

تشدید ہو پیش طاق ابرو  
 ہر نقطہ میں جلوہ پیری ہو  
 ہر ایک کشش کشش نہودل کی  
 ہر صفحہ ہو آسمان ہفتم  
 ہر لفظ ہو آفتاب روشن  
 ہر حرف ہو مانتاب تابان  
 مسطرہ نقشہ جنان ہو  
 پارینہ فسانہ صندبر  
 شیریں تکرار دستاں ہو  
 ہر چند ہے کہہ گیا سخنور  
 اس سخت کمان کو خم کرو نہیں  
 اس پھول کا عطر کھینچ ڈالوں  
 کھینچوں اتری ہوئی کمان کو  
 گو بحر سخن سدا ہے باقی  
 بجز شرط ہے ایسا اک بلا نوش  
 یہ ظرف نہیں ہر اک بشر کا  
 کوئی نہ حریف اس کا آیا  
 ہر مرد نہیں ہوا اہمستن  
 فترہ نہ ہو آفتاب تابان

ہون زیر وز بر جد سے گلرو  
 مرکز میں طریق رہبری ہو  
 ہر شان ہو شان دلبری سی  
 نقطوں کے بکھر رہی ہون انجم  
 حسن جدول ہو پر تو افنگن  
 ہر دایرہ ہالہ زر افشان  
 جو سطر ہو سطر کہکشان ہو  
 تازہ کن جان ہو روح پرور  
 یہہ قند مکرار سفیان ہو  
 اس قند کو میں کروان مکرر  
 اس تیغ کو اب دو دم کرو نہیں  
 اس عطر کی روح میں نکالوں  
 دون زودستلم دکھا جہان کو  
 دریا نہیں کار بند ساقی  
 بی جائے جو صاف درد و سر جوش  
 جس کو نہ ہو خوف ماکدر کا  
 پایا نہیں یہہ ہر اک نے پایا  
 ہر فرد نہیں ہوا صاف افکن  
 ممکن نہیں مور ہو سلیمان

ہر پر نہ کبھی پر ہما ہو  
 ہر قطرہ نہ ہو یہاں شنادر  
 درکار ہے اسکو طرفِ عالی  
 دریا بھی چڑھا کے ہو نہ سیراب  
 ساقی ساٹی کہے وہ بیتاب  
 دم شعلہ و روشنِ زیشان ہو  
 وہ مین ہوں یگانہ زمانہ  
 باندہی ہے عجب ہوا مضمون  
 طرفہ ہے کنایہ و اشارہ  
 اندازِ نیا روشِ جدا ہے  
 یہ تیز یان کیوں کمیتِ خامہ  
 دیکھیں اندازِ خوش خرامی  
 انسان کی سرشت ہے خطا کی  
 اُمید ہے نکتہ پر درون سے  
 ہر نقص کی ہو نہ مو شگافی  
 ہو مہرِ سکوت لبِ خموشی

ہر جام کہاں کہاں جہاں نما ہو  
 پانچ انگلیاں کب ہو مین برابر  
 اک دم مین کرے جو کب خالی  
 نشہ جگری سے دل ہو سیاب  
 ایسا ہی اک اور جگرِ آب  
 مہتابِ نظر ہو جان کمان ہو  
 لکھتا ہوں یہہ پر فسونِ فسان  
 شوخی ہے نزاکتوں پر مفتون  
 ہے دامنِ باغبانِ نظارہ  
 ہر لفظ مین شعر کا مزا ہے  
 پہنا کیا برق کا ہے جامہ  
 آئینِ سر و سی و تپانی  
 بے عیب ہے ذات اک خلکی  
 بار یکِ نظرِ مخمور و ن سے  
 ہر عیب ہو در غورِ معافی  
 آکھوں سے کرین وہ چشمِ پشی

ستائش بادشاہِ فلکِ آستانِ اعلیٰ حضرتِ قدرِ قدرت  
 محلِ سجائی میرِ محبوبِ علیخانِ بہادر فتحِ جنگِ نظامِ الدولہ

نظام الملک آصفیاء ہے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ فرمان فرامی حیدر آباد  
 ووصفِ بلدہ محبوب الہلاد فرخندہ بنیاد حیدر آباد و تعریف  
 خصوصیات شہری و توصیف عمائد و ارکان ریاست ابد مدت

کیون پہنا ہے آج ادب کا جامہ  
 درپیش کہو ہے کیا ضرورت  
 منظور نظر ہے کیا آداب  
 لب پر ہے ہند بانہ گفتار  
 کیا آپ کو کار منصبی ہے  
 خجلت وہ چین نہ جبین ہے  
 سنبل نے ہزار بیچ کھائے  
 کیا آگیا ہاتھ کچھ زر و مال  
 کیون ہے یہ مود بانہ رفتار  
 ملحوظ ہیں کیون امور تہذیب  
 کیون آج دماغ عرش پر ہے  
 تہذیب سے کیون بنے فرشتہ  
 کیا پایا کہین سے منصب و مال  
 ہاتھ آگیا دست غیب از غیب

ہاں احوال جان نثار خامہ  
 دربار یون کی بنی ہے صورت  
 زرین زیب کمر ہے کیون ڈاب  
 کیون سر پہ سچی ہوئی ہوا دستار  
 وضع دستار منصبی ہے  
 جامہ کی چچی جو آستین ہے  
 پنکے کے وہ پہنچ ہیں لگائے  
 کیون تہ کیا ہاتھ میں ہے رومال  
 پوشاک پہ کیون نظر ہے ہر بار  
 درپیش ہیں کیا نئے مضامین  
 کس فکر بلبند کا اثر ہے  
 کیا طرز ہے کیا ہے یہ سر رشتہ  
 پیشانی سے ہی ظہور اقبال  
 کس چیز سے پُر ہیں دامن حبیب

پاسخ دیا کلاک دوزبان نے  
 وہ پیش نظر ہے آج دربار  
 جو بزم ہے رشک بزم جمشید  
 جس بزم شہی کا یہ نشان ہو  
 اکسیر ہے بارگاہ کی خاک  
 حاصل ہو خوشی اگر ہوسم مین  
 بے زر ہو اگر ہوسل مین زردار  
 مفلس ہو تو دم مین ہو تو تنگر  
 اُس بزم شہی کا شاہ والا  
 محبوب خدا بتی کا محبوب  
 نام اُسکا ہے جو ادب سے لیتا  
 خالق نے یہ مرتبہ دیا ہے  
 ہے طاعتِ شہ اطاعتِ حق  
 اقبالِ جبین شہ یاری  
 خلقت مین بشر مگر یگانا  
 ذی ریح جہان جہان جہان مین  
 بندون پر رحیم عدل گستر  
 آفاق مین بے مثال و ثانی  
 ابر کرم و یم عطایا

ہمراز شفیق مہربان نے  
 بزم گوہر نشان و دربار  
 دنیا مین امید گاہ امید  
 پارس ہے جو سنگ گستان ہو  
 چھو جائے بشر ہو خاک سی پاک  
 محتاج غنی ہو ایک دم مین  
 بیکار ہو دم مین ہو سیر کار  
 آنکھ مین ہوں تو دیکھ لو تو جا کر  
 سنہ مانگی مراد دینے والا  
 محبوب علی ولی کا محبوب  
 سنہ بھرتے ہن موتیوں سو اسکا  
 مخلوق پر سایہ خدا ہے  
 امیر اولو الامر آیتِ حق  
 پردے مین بشر کے شان باری  
 ہشیار ذکی نہیں ہوتا  
 زیر قدم شہ جہان مین  
 ہے بندہ نواز و بندہ پرور  
 اعجازِ خدا کی اک نفاذ  
 مدد و رحیم رعایا و برایا

منفقو و جهان ہوئی گدائی  
یہ کہہ کے قلم نے کی یہ تقریر  
کر ترک سکونِ وطن کو  
اقبال کی ہوگی ارجندی  
در بارین باریاب ہو جا  
اُس شاہِ سخی کی اک نظرین  
گننام ہے نام ہوگا مشہور  
منظوم یہ نظم کے لائی  
یہہ گو صر شاہوارِ رضون  
اس نظم کا ہر ورق ہے بالکل  
کر شنوی پیشکش بآداب  
گلدستہ گلشنِ مضامین  
مفتاحِ خزینہ معالی  
شایستہ رقم ہو مدتِ شاہ  
جب ختم ہوئی قلم کی تقریر  
عامل ہو نصیحتِ قلم پر  
تکلیف میں گو سفر سقر ہے  
لائی ہے امید منزلوں سے  
فرقتِ احباب و اقربا کی

اُس کے سایہ میں ہے ہمای  
کراوس پہ عمل کروں جو تھیر  
ہاقل ہے تو عازمِ دکن ہو  
حاصل تجھے ہوگی سر بلندی  
ذرہ سے تو آفتاب ہو جا  
ممتاز بنے گا بحر و برین  
ہونگی تری جملہ کلفتین دور  
لیجا بہرِ نظامِ عالی  
ہاں ہیں پئے نذر شاہِ موزون  
گویا ورقِ زبانِ بلبل  
نظمِ نادرِ نفیس نایاب  
محمود نگارِ حنائے چین  
مرغوبِ اعالی و ادانی  
حاصل ہو وصلہ میں منصبِ جاہ  
در پیش ہوئی سفر کی تدبیر  
آیا ہوں یہاں بحالِ مضطر  
کہتے ہیں وسیلہ طفر ہے  
چھوٹے ہیں عزیز مشکون سے  
ہے داغِ جگرِ تم خدا کی



ہر شفق و دوست کی جدائی  
 ہمد یار و رفیق و غمخوار  
 ہر وقت کی صحبت و محبت  
 ہمدردی و شرکت مصیبت  
 آرام ہے وہ غم و محن بھی  
 بیکار ہیں یہ خیالِ باطل  
 ماضی کے خیال سے گزر کر  
 ہے فیضِ شہی کا جو سہارا  
 شاہِ مسکین نوازِ رحم  
 شاہِ ہر دل عزیزِ عادل  
 سلطانِ فلک سرِ پرو پایا  
 دارِ اور بانِ فلک جنایا  
 مسجودِ خلایق آستانِ ہر  
 سرزمین ہے خیالِ آستانِ بوس  
 زیبا ہے کہ ہو باحترامی  
 فرخ ہے یہ عہدِ عدالتِ ہمد  
 نوفاستہ نوہالِ شاہی  
 تاختمِ جهان ہو سایہ گستر  
 گردون شوکت و زیرِ عظم

ہے گوشت سے پوست کی جدائی  
 مولنِ شفق محب و فادار  
 غمخواری و الفت و نصیحت  
 تکلیف بھی جس سے عینِ حبت  
 ہے عیشِ مصیبت و طن بھی  
 کیا بخششِ ماضی سے حاصل  
 مستقبل و حال پر نظر کر  
 یہ نیش ہے نوشِ ساگوار  
 صباحِ سکارم و مراحم  
 عاقل نکتہ نوازِ باذل  
 نیکو شیم حسن سجایا  
 کیوان ایوانِ کرم سجایا  
 خامہ مرا سر کے بل روانِ ہر  
 رفقار ملی متلم کو مسکوس  
 زیبِ سرنامہ نامِ نامی  
 یارب رہے تابہ حشرِ عہد  
 سر سبز ہو بار و راہی  
 مخلوقِ خدا لئے دو جہان پر  
 اندازہ فکر سے عظم

نوباوہ گلشن امارت  
 روشن راہی و عقیدہ دانا  
 جسم رتبہ ہمین سلطنت شاو  
 لایق فایق مصاحب شاہ  
 عالم شاعر رئیس سردار  
 خوشخو خوش خلق خوش طبیعت  
 ہشیار حسین بسنی بہادر  
 اہل دربار جملہ چیدہ  
 ارباب کمال اہل بنیش  
 جس شہر کا شہر یار ہے وہ  
 بالائے فلک اگر خزان ہے  
 وسعت میں ہے شہر ناف ہستی  
 ہے ہند میں تخت گاہ اسلام  
 آراستہ نوح و وس زیبا  
 سڑکین شفاف راستے صاف  
 آہستہ سر بسر دکانیں  
 ہر کوچہ شہر دلربا ہے  
 ہے راہ میں نام گرد کا گرد  
 ہر راستہ راستی کی صورت

رونق دہ سند وزارت  
 فرزانہ بے بدل یگانہ  
 تاج الامرا کرشن پرشاد  
 دانشمند و دقایق آگاہ  
 زیبایش بارگاہ و دربار  
 خوشرو خوش وضع خوش لیاقت  
 بحر عظمت کابی ہساؤر  
 طباع ولیق و برگزیدہ  
 سب لب لباب آفرینش  
 نادیدہ خزان بہار ہے وہ  
 یہ باغ زمین پہ بے خزان ہے  
 ہے مرکز دین حق پرستی  
 بیشک پشت و پناہ اسلام  
 معشوقہ دلنواز رعنا  
 پاکیزگی کے جمیع اوصاف  
 ہر قسم کی جنس کی مین کانین  
 دلچسپ و وسیع و بڑا فضا ہے  
 کوچہ بر زن طریق مین فرد  
 ہر کوچہ ہے صاف بیکدورت

ہوتا ہے ہر اک شرک پہ چہر کاؤ  
 نل پانی کے جا بجا سراسر  
 خوش ذائقہ خوش گوار ہلکا  
 لبریز ہر ایک حوض و تالاب  
 نہروں کی لکھون جو کچھ روانی  
 بے حجت و بے نزاع و تکرار  
 حوض کوثر کو شست شو کا  
 ہے مسجد مکہ مسجد  
 ہے چار منار ذہ فلک سا  
 کہتے ہیں نشین ہما ہے  
 صنّاع کی دیدنی ہے صنعت  
 مہتاب محل کی آفتابی  
 دنیا میں ہے باغ عام کیتا  
 دنیا میں ہیں جس قدر سمندر  
 عشاقِ جہان نے جمع ہو کر  
 لبریز ہے یہ حسین ساگر  
 کٹے کی ہے شام روح پرور  
 ہے شام اودہ کی رحمت جان  
 کثرت سے رئیس اور عمائد

ایما ہے بہشتیوں کا یان آؤ  
 آبِ نوشین متمدن قدم پر  
 شیرین باضم خنک مصفا  
 چشم عاشق کی شکل پر آب  
 دریا دریا ہو پانی پانی  
 ہے خلد کا حوض حوض گلزار  
 سرمایہ ہے حوض چار سو کا  
 ہوتے ہیں جہان ملک بھی احد  
 چار و ن سمت جہان میں کیتا  
 بر روئے زمین فلک نما ہے  
 معمار کی دیکھتا لیاقت  
 رفعت میں ہے عرش سولادی  
 رضوان رہ جائے جسکو تکتا  
 سب ملکہ بنا حسین ساگر  
 اشکون سے بہر حسین ساگر  
 عاشق کا ہے پاک ویدہ تر  
 دنیا میں ہے بے نظیر منظر  
 ہے صبح بنارس اُس پہ قربان  
 تخمینہ وہم سے بھی زائد

قوت وہ بازوئے ریاست  
 زیب ہستی نمائش دہر  
 باشندے حسین شریف طراز  
 زندہ دل و یار باش شاطر  
 ہر جا پہ بتان مشہد آفاق  
 قلعہ وہ رنگ زعفرانی  
 جادو نگہان بتان طناز  
 آرام دل و نظارہ رحمت  
 ہر ایک ادا قیامت آنت  
 فتنوں کو اٹھانے والی زقار  
 ہر فرد ہے ذی وقار و ذی جاہ  
 محتاج نہیں مرے بیان کے  
 سنجیدگی سے ہر اک دکاندار  
 ہر میوہ فروش مایہ ناز  
 آواز پر اپنی کرشمے شیدا  
 ہر روز ہے دن کو ہر حکمید  
 فارغ غم روزگار سے ہیں  
 اللہ بچائے چشم بد سے  
 چوری ہی کا ہے نقطہ در بند

رکن الملک و عماد دولت  
 آرایش ملک رونق مشہر  
 خوش وضع شکفتہ طرح دار  
 یار شاطر نہ بار حنا طر  
 ناز و انداز و عشوہ مین طاق  
 غارت گرد دولت جوانی  
 سرمایہ عشق فتنہ پرواز  
 ہے حسن صبیح و پیر ملاحمت  
 قدموں سے لگی ہوئی قیامت  
 مردوں کو جلائے والی گرفتار  
 مشہور گدا یہاں کے ہیں شاہ  
 رشک شرفار ذیل یان کے  
 کھولے ہوئے راستی کا بازار  
 خوش لہجہ و خوب و خوش آواز  
 دل لیتا ہے مول دیکے سودا  
 ہر شب ہے شب برات کمی  
 گل بہن محفوظ خار سے ہیں  
 حاسد کی نگاہ پر حسد سے  
 وز دیدہ نگاہ ہے نظر بند

اوڑتے جو محل پہ شان سہوین  
 یا پر ہے ہما کا سایہ انگن  
 اللہ ری شوکت مساجد  
 گردش میں ہے کفر نفس ایام  
 ہر غچ پہ دل کھلانے والی  
 دن رات ہے موسم ہساری  
 ہر برگ و گیاہ سبز و تر پر  
 نخل گل و میوہ دار ہر جا  
 رنگ سبزہ جما ہوا ہے  
 ہر برگ وہ شوخ رنگ سبز  
 شاخون پہ طیور جھولتے ہیں  
 کچھ سرخ بنفش زعفرانی  
 بلدہ ہے کہ اک چمن کھلا ہے  
 خالق نے وہ آج دن دکھایا  
 میں اور کہاں یہہ بزمِ عالی  
 یہہ مدح کہاں زبانِ ناچیز  
 میں اور کہاں یہہ باریابی  
 تائیدِ خدا مگر ہوئی یار  
 نازان نہ ہو کس طرح مقدر

پرچہ علم و نشان کے ہیں  
 یا رحمت حق کشادہ دامن  
 خود کفر کو کر رہی ہے ساجد  
 پھیلی ہوئی ہے ہوائے اسلام  
 دین و ایمان جلائے والی  
 ہے رحمت حق کی آبشاری  
 شاخ و شجر و گل و مثر پر  
 رشک باغ و بہار صحرا  
 ہر کوہ زمر دین بنا ہے  
 چشم بینا کی ہونٹ پر سبز  
 ہر رنگ کے پھول پھولتے ہیں  
 کچھ پھول زمین پر آسمانی  
 قسمت سے مری مجھے ملا ہے  
 سرنے و تدریم حضور پایا  
 میں اور نہ نظم کے کلائی  
 شوخی یہہ کہاں بیانِ ناچیز  
 ذرے کو ملی ہے آفتابی  
 اقبال حضور کا مددگار  
 چمکا مرے بخت کا ہے اختر

یہہ بخت رسا ہے اچ پر آج یا رب جب تک کہ دم میں دم ہو آباد جہان میں جو زمین ہو جب تک کہ یہ دور آسمان ہو شاد و خوش و خرم و جوان بخت لایا ہوں شہاد و دشمن یہہ تشریف قبول کر عطا ہو ہم چشموں میں آبرو ہو میری ہو اور و کی میرے چارہ سازی	بندے کے لیو یہی ہو معراج سر میرا حضور کا قدم ہو اس نسل میں وہ تہ نگین ہو یہہ شاہ جہان ہو اور جہان ہو رونق و تاج و مسند و تخت شایستہ نذر گو نہیں یہہ حاصل مرے دل کا مدعا ہو بر آئے جو آرزو ہو میری حاصل ہو جہان میں بے نیازی
---	---

### ساقی نامہ

لکھتا ہے جو کیف ہے پرستی بیخود سیرِ سطر جھومتا ہے ہے لغزشِ پاؤں قدم قدم پر ہے وصفِ کھن زبان پر اے ساقی بے خبر کہاں ہے بنکار رہا ہے ہر شرابی کیا دیر ہے اسی وہ دو سالہ مہجور ہوں ذخیرِ غنیمت سے	چھائی ہوئی ہے قلم پرستی ہر حرف کے منہ کو چومتا ہے ہر لفظ پہ پیش پا ہے ٹھوکر ستانہ ہے یہہ سخن زبان پر مینخانہ میں شورِ میکشان ہے دے بادہ دو آتشہ گلابی لا جام و صراحی و پیالہ لیریز لگا دے جام لب سے
---	--



بیکار خیالِ محنت ہے  
 گنگھوڑ گھٹا ہے گھیر کر آئی  
 ہوتا ہے ترشحِ ابرِ تر سے  
 اب کسکو شراب کی کمی ہے  
 لبریزِ پیالہ ہے گلون کا  
 رنگِ ابرِ سیاہ وہ جانا  
 سب طاعت و زہد ہو ریائی  
 واغظ ہو ذرا ذلیل ساقی  
 ہو صرفِ عیوبِ رندِ جلوب  
 رندوں کا جو نام بے وضوین  
 ساقی دے شرابِ ارغوانی  
 ہاں جامِ شرابِ ناب دید  
 میخانہ میں جب قدر ہو لاوے  
 منہ سے مرے خم کا منہ ملاوے  
 وہ جام دے یادگار ساقی  
 وہ منے جو دل و جگر کو وضو  
 وہ بادہ جو نشترِ جگر ہو  
 وہ بادہ ہو نورِ جس سے پیدا  
 آئینہ دل کو جو جلاوے

اس روگ کو دور کر پلائے  
 ہرست کے لب پہ ہے دہائی  
 ہر بونگ ہو میکشو تو بر سے  
 ابرِ تر سے ٹپک رہی ہے  
 گلشنِ مین ہے شورِ بلبون کا  
 ز اہد پیئے سے پڑھی دوگانا  
 کام آئے نہ اس کی پارسائی  
 میخانہ ہو سلسبیل ساقی  
 غرقِ منے ناب ہو وہ یارب  
 کاٹا ہو شراب کا گلو مین  
 سرِ جوشِ بہارِ نوجوانی  
 دل جل کے ہو اکبابِ دید  
 خوب آج شراب سو چھکاوے  
 ساقی مجھے خم کے خم پلاوے  
 تاحشر رہے خمارِ باقی  
 وہ منے جو لگا دے یارِ کو  
 خونِ نابہ نشانِ چشمِ تر ہو  
 رشکِ خورشید ہو سویدا  
 بیواسطہ یار سے ملاوے

وہ بادہ مشکیب و عطر	جو رحمت حق کے ہو برابر
وہ بادہ جو طورِ دل بنا دی	وہ بادہ جبلا جو اسواد سے
وہ جامِ دمی جس سے خوش سراں نام	پائین یہ مفارقت کے آلام
تا لوین زبان نیش تر ہو	تا و اشید غنچہ جگر ہو
ہو بادہ سے طبع کو روانی	خامے کو سرورِ ترز بانی

### دست برد عشق

لکھنا ہے جو حال عشقِ سفاک	سینہ ہے قلم و وات کا چاک
ہے خامہ جگر شکاف حیران	دو پارہ قلب ہے قلم دان
نشدر ہے خیال منکر مضطر	یہہ رنگ بندہا موجب تو کیونکر
اس عشق کے تھکندہ رقص ہون	نیرنگ حوالہ مسلم ہون
کچھ عشق کے کام ہیں خوالے	اشدہ اس کے پالے ڈالے
یہہ حضرت عشق ہیں وہ بے پیر	فریاد سے ہوتے ہیں گلو گیر
بے دید کہین ہے شعبہ باز	بے درد کہین ہے فتنہ راز
جادو ہے کہین کہین ہو نیرنگ	لاتا ہے مدام اک نیارنگ
لب پر ہے فغان جگرین ہورد	دل میں ہو پیش بلب دم سرد
پہلو اسی خار نے ہیں چھیدی	گوہر ہیں دل و جگر کے بیدھے
پھونکا عاشق کو بے تامل	خاکستر سے بنایا بلب
مشتوق کا خون کیا بہ صد جل	اُس خون سے بنائے لالہ و گل

مطلب سے کہیں نہ اپنڑ چو کا  
 سحر اس کا عجیب پُر اثر ہے  
 رگ رگ میں لہو میں استخوان میں  
 عاشق کے نیاز کا سبب ہے  
 سامانِ فروغِ شعلہ رویان  
 لاکھوں جینے کیے ہیں غزال  
 بلبل کا ہوا یہ باعثِ شور  
 شمشاد کو پا بگل کیسا ہے  
 نرگس کو کیا ہے سخت حیران  
 لالے کے جگر میں داغ اس سے  
 گلشن میں دیے طفیل زاری  
 از بسکہ جگر ہے پارہ پارہ  
 کیلی نہ فقط زبانِ سوسن  
 گل ہی کا دہن نہ بے زبان ہو  
 کرتا ہے ندام خونِ حنا کا  
 زنجبیر بیبا ہے سرو آزاد  
 گلشن میں بنا لہ عنادل  
 انگور کی تاک میں کھڑا ہے  
 ہے پیچ میں اس کو عشق بچان

تشنہ ہے یہ دونوں کے ہوا کا  
 دل جان سے رہتا بے خبر ہے  
 سوزش ہے ایسی جسم و جان میں  
 معشوق کے ناز کا سبب ہے  
 سرمایہ نازشیں نکو یان  
 شمشاد قد و سبکے باغ پامال  
 گل کا نہ چلا چمن میں کچھ زور  
 معشوق کے قد کا جل دیا ہے  
 ششدر گلشن کا ہے نگہبان  
 کف ملتے ہیں برگِ باغ سے  
 بلبل کو مناسب ہزار ری  
 گیندے کو لقب دیا ہزارہ  
 لب بند شگوفہ ہے بگلشن  
 غنچہ بھی تو قفلِ بردبان ہے  
 شبنم کو دیا سبقِ فنا کا  
 قمری کے گلے میں طوقِ بیداد  
 صد پارہ گلوں کا کردیاد  
 یہہ وز و خا کا سر چڑھا ہے  
 ہے اس سے بنفسہ مو پریشان

<p>             تلوے میں مچھو مچھو کے توڑا              ہر شاخ ہے شل بید لرزاں              جو نخل ہے سر کو دہن رہا ہے              سنبھل پہ پڑا ہے پہنچ اسکا              صد برگ بگرنکار اس سے              جو گل سبہ چین میں سر اٹھاتا              گل ہی کا نہیں کیا ہے دل خن              ہے اس سے جلی ہوئی خدائی              وہ شعلہ وہ برق وہ شرارہ              جس آگ سے شمع کو جلا یا              وہ آگ تدر و کو کھلائی              اُس آگ سے رنگ لعل گل رنگ              اُس آگ سے پُرفیق کا گلخن              انگارہ اُسی کا مہر حنا ور              پروین و پر ن اُیکو فاشاک              وہ گرم کُن دل زین ہے              آتش کدہ اُس کا دل ہمارا           </p>	<p>             کب خار کو ثابت اس نے چھوڑا              ہر بھول کا چاک ہے گریبان              جو برگ ہے تنگے چُن رہا ہے              ہوتا نہیں یہہ حریت کسا              ہر گل ہے سدا بہار اس سے              تازہ ہے قیامت اُس پہ ڈھاتا              بلبل کو بنا دیا ہے مجنون              وہ آگ زمانہ میں لگائی              ہو جس سے کہ موم سنگ غارہ              پروانہ کو اُس میں پہنچ لایا              اُس آگ سے جان مہ جلائی              اُس آگ سے سوختہ دل سنگ              آتش زدہ ہے نلک کا گلشن              چنگاریاں ہیں اُسی کی ختر              نہ جھج اُسی کے تو دہ خاک              وہ آگ غرض کہاں نہیں ہے              تھا شعلہ طور اک شرارہ           </p>
--	--

یہاں داستان

چڑھائی کرنا عینم کا ملک عجم پراور جانا چہ شاہراہ دون کا

برای مقابلہ اور شکست دیکر دشمن کو مصروفِ شکار ہونا انکا  
ملت ادیوانہ کا اور نادیدہ عاشق ہو کر جاننا شہزادوں کا  
ملک ماچین کو اور جان دینا سب کا عشق ملکہ مہر انگیزہ میں

ہاں طبعِ طلاقت لسانی	درکار ہے خامہ کی زبانی
پاریستہ زمانہ کا نشانہ	ہو تازہ کنِ دل زمانہ
پیرد ہقان سے ہر روایت	سنتے آئے ہیں یہ حکایت
ہر نسخہ دل میں جلوہ گر تھی	اور اقی زبانی پہ منتشر تھی
اب مجھے سنو بسحر سازی	دودادِ فنِ سخن طرازی
ہو غنچہ دل شگفت خاطر	ہر کان ہو معدنِ جواہر
تھا ملکِ عجم میں ایک سلطان	سرتاج و پناہ تاجداران
تھا صاحبِ تخت تاج کشور	عادل و نصفِ غیب پرور
زیب سرششِ جہت کا دیہم	پنچہ میں تھی اُس کو ہفت اقلیم
تھے تاج شہی میں سات گوہر	یا سات فلک کے سات اختر
اک روز کہ تھا مثالِ نوروز	اقبال سے بھی زیادہ فیروز
گلگشتِ چمن کو شاہزادے	مانندِ دل گئے ہوئے تھے
وہ باغ کہ تھا بہشتِ آگین	غیرت و گلشنِ نگارین
وہ روکشِ روضہ جنان تھا	گو یا کہ طلسمِ بوستان تھا

شہزادوں سے خلد تھا بنا وہ  
 تھے جمع مثال عقد پروین  
 باہم تھے وہ نور ویدہ کی پند  
 اُرتی سی خبر صبا یہ لائی  
 گلشن سے چلے بہار صورت  
 اصرار سے اُنکے ہو کے مجبور  
 فرمایا یہ شہ نے ماہ رخ سے  
 اے جان پدر تری بدائی  
 کچہر رکھتے اگر ہو چاہ میری  
 آداب پدر سے سر جھکا کر  
 سمجھانہ وہ نوجوان مضطر  
 حاصل کر کے غرض اجازت  
 فرحان فرحان چھوڑن برادر  
 دشمن کی طرف ہوئے روانا  
 ششدر تھے حواس خسان کے  
 چہ بخت جگر کے غم نے مارا  
 گویا بیجان تھے جملہ قاب  
 سرگرم مصافحتی رہ افواج  
 دشمن کو پیام تھے قضا کے

سیاروں کی سیر گاہ تھا وہ  
 ساتون چشم و چراغ متکین  
 محو گلگشت اور شکر خند  
 سلطان پہ عدوئے کی چڑھائی  
 شہ سے ہوئے طالب اجازت  
 ناچار کیا ہم کو منظور  
 بہلائے گا کون دل کو میرے  
 ناخن سے ہے گوشت کی جدائی  
 پیری پہ کرونگا میری  
 خاموش ہو اوہ طیش کھا کر  
 واقع جو ہوا وہی تھا بہتر  
 مادر سے پدر سے ہو کے خدمت  
 فوج و لشکر کے ہو کے افسر  
 جانا اُن کا اتحاد دل کا جانا  
 چھوٹے ہوئے باپ کو تھوچکے  
 سی پارہ دل تھا چار پارہ  
 اشر سے تھے ظفر کے طالب  
 تھا جوش پیا کہ بحر موج  
 مسطور کیا عدو کو جا کے



پائی جو غنیمت نے ہزیمت  
 خدمت میں پدر کے ایک عہنی  
 کی عرض غلام بعد چندے  
 دشمن کا شکار کر چکے جب  
 صحرائیں گزر رہو اجو اُکا  
 دیوانہ بحسن خود طر حدار  
 صحرا کی وہ خاک اڑا رہا تھا  
 پُرسش سے کھلا پیچہ دل  
 رکھتا تھا جہان میں سات فرزند  
 کیونکر نہ پھرے دماغ اُسکا  
 قیموس لقب خدیو ماچین  
 اللہ نے دی تھی ایک فخر  
 تھا مہرا نگیز نام اُس کا  
 کیا فی کا جب سنا فسانہ  
 داخل ہوئے اُسکی چاہ میں  
 جو خانہ تھا رشک باغ اُن سے  
 تقدیر میں تھی جو پیش آئی  
 تھا حسن کا اپنے اُن کو غرا  
 مشورہ کیا سب نے ملکہ باہم

سمجھا وہ سرار کو غنیمت  
 تحریر کی مژدہ طف کی  
 لائیکے غنیمت اور بندے  
 مصروف شکار ہو گئے سب  
 طر فہ دیوانہ ایک دیکھا  
 دیوانہ بکارِ خویش ہشیار  
 اُس دشت میں زلزلہ بیا سھا  
 دیوانہ تھا شاہ ملک بابل  
 ہر ایک ہوا زمین کا پیوند  
 ویران ہوا خانہ باغ اُس کا  
 تھا پشت پناہ دولت و دین  
 گدڑ خیمشاہ دست در سمن بر  
 قتل عالم تھا کام اُس کا  
 ہمتائی کا کر گئے یہاں  
 مارے گئے اُسکی راہ میں  
 وہ گھر ہوا بے چراغ اُن سے  
 سُن لی دیوانہ کی زبانی  
 خود آرائی کا اپنے دعو  
 اُس غیرت گل سے کم نہیں ہم

وہ گل ہے تو ہم بن غیرت گل  
 رخسار کا اپنے گل دکھائیں  
 راضی نہ خوشی کے گر ہو وہ ماہ  
 آفت سے خدیو پر جو ٹوٹیں  
 اقبال کی سمجھے ارجمندی  
 برگشتہ نصیب شادمانہ  
 سرست سرور حکمرانی  
 سمجھے نہ ذرا خرد کے رہن  
 اس نقشہ کا کیا حمار ہوگا  
 پہنچے بطل ریتہ نو آئین  
 بھیجا ایک نامہ نگارین  
 دوشیزہ کو کد خدا نکرنا  
 لازم ہے یہ لڑنہال پیوند  
 کاشانہ شہین ہی جو دختر  
 ہم نام خدا ہیں سات بھائی  
 اس شوخ کو جو پسند آئے  
 اس باب میں گردِ تیغ ہوگا  
 جرأت میں ہیں سرِ عہدِ جان کے  
 قیام میں نے جب وہ نامہ پایا

یہ شانہ ہو اور اس کی کاکل  
 بلبل اُسے ہم بنا کے لائیں  
 ہے لشکرِ قاہرہ بھی ہمراہ  
 شکل نیما پر ہی کو لوٹیں  
 آئے جو ہماری ہو کے بندی  
 ماچین کی طرف ہوئے روانہ  
 مدد ہو شجریہ حصارِ نوجوانی  
 سوچنے نہ ذرا وہ عقل دشمن  
 خمیازہ ہی رو بکار ہوگا  
 رفتہ رفتہ بشہرِ ماچین  
 تحریر کیا کہ شاہِ ماچین  
 شرع نبوی سے ہے گزرتا  
 آخر ہے یہہ انشطار تاجند  
 قسمت کا ہماری ہو وہ اختر  
 قبضہ میں ہے خشکی و ترائی  
 اپنا اُسے کد خدا بنائے  
 عقدہ یہہ سپرد تیغ ہوگا  
 ہم شاہِ عجم کے شاہزادے  
 منشی نے علیحدہ سنایا

افر وختہ ہو کے نامہ سے وہ  
 پاسخ یہہ رقم کیا کہ دختر  
 ہر چند وہ شمع شعلہ زدہ ہے  
 تقدیر بگاڑے یا بنائے  
 جو آئے عجم سے یا عرب سے  
 شاید جواب جو کہ دے گا  
 جس وقت جواب نامہ پایا  
 مضمون سے اطلاع پائی  
 باہم یہہ قرار داد کر کے  
 باری باری ہر ایک بھائی  
 ہو جس کے جواب سے وہ گلند  
 روز دیگر سنجوش ارادہ  
 آیا اک شوق میں جلو زیر  
 تقارہ مرگ خود بکھایا  
 رکھا جو قدم کو اُس نے دین  
 خدام ادب لئے کر و فر سے  
 اُس شہ کو بٹھایا شہ نشین پر  
 حق خدمت تھا بسکہ وہ جب  
 اک مہر سکوت تھی لبون پر

باہر ہوا اپنے جامہ سے وہ  
 دل سے ہے کہیں زیادہ خود  
 پر تیز مزاج تند خو ہے  
 کرتی ہے وہی جو دل میں آؤ  
 ہے ایک سوال اُس کا سب سے  
 یہہ دولت لازوال لے گا  
 شہزادوں نے آنکھوں کو لگایا  
 امید کی آرزو بر آئی  
 گویا کیے بند باب شر کے  
 جا کر کرے قسمت آزمائی  
 گلچین وہی اُس کا ہو خرد مند  
 اُن سب میں بزرگ شاہزاد  
 زیر ایوان مہر انگیز  
 آوازہ مرگ خود سنایا  
 بجلی سی چمک گئی قطبین  
 لاکر پوشیدہ ہر نظر سے  
 کندہ کیا نقش یا نگین پر  
 پردہ ہوا در میان میں حاجب  
 تکتا تھا چہار سمت ششدر

کھویا گیا اس طرح وہ گویا  
 حاصل نہ مجال دم زدن تھی  
 بولی وہ نگار ناز پرور  
 تھا دستِ قضا میں شامِ ہزادہ  
 اسکا یہ جواب ہے کہ لاریب  
 رشکِ خورشید مہر انگیز  
 آئے جو اجل گرفتہ نادان  
 دنیا نہیں گر جوابِ شافی  
 سر کا نہیں رہتا پھر کس سر کا  
 تھا موت کا گرم کارخانہ  
 جلا دیئے کپڑا تھا شمشیر  
 تلوار کا ایک ہاتھ مارا  
 ہلکا کیا بار تابہ امکان  
 جھنڈے پر غرض وہ سر چڑھایا  
 وہ سر تھا زبس بلند پایا  
 پانچون شہزادے باری باری  
 رخصت ہوئے بھائی کی تفامین  
 گناہ تھے نام کر گئے وہ  
 پہنچا ملکِ بزمِ شک

حیرت کدہ طلسم میں تھا  
 جادو کی مگر وہ انجمن تھی  
 گل کر چمکونہ باصنوبر  
 پاسخ دیا اشنو بے ارادہ  
 جز حق نہیں کوئی عالم الغیب  
 بولی بادائے قہر آمیز  
 جن ہو کہ ملک ہو یا ہونسان  
 پاتا ہے یہاں سزائے کافی  
 کٹتا ہے سراپے خیرہ سر کا  
 دیکھا ہر سمت خایفانہ  
 ابرو کے اشارے کی تھی تاخیر  
 گردن سے وبالِ سراوتارا  
 رکھا گردن پہ بارِ احسان  
 کافر کو ذرا ترس نہ آیا  
 ایوان کا کنگرہ بنا یا  
 گزشتہ شوقِ جان سپاری  
 پہنچے وہ دہانہِ قضا میں  
 قصہ کو تاہ مر گئے وہ  
 بیدل با حالِ غیر اتر

آمد اُسکی تھی آمدِ مرگ  
 نشترِ سادل و جگر پہ مارا  
 نختِ جگر آنکھ سے بہائے  
 آنکھیں ہوئیں خودِ مدرسیدہ  
 خوننا بہ نشان ہو ابرادر  
 ناسورِ جگر مین دل مین ہر درد  
 پورب مین لٹی مری کسائی  
 ڈوبے مشرق مین مہرِ خادر  
 جاتی تھیں فلک پہ سبکی آہن  
 اندوہ سے تیرہ نختِ تھاوہ  
 تیرا ندوہ کا نشانہ  
 دنیا کا تھا وقتِ دم شماری  
 آخر کیا صبر کے حوالے

آئی وہ سپاہِ بے سرو برگ  
 سلطان سے کہا وہ حال سارا  
 مان باپ کے نختِ دل نہ آو  
 آنکھوں سے چھپے وہ لوزدیدہ  
 بیٹھی دلِ تھام تھام مادر  
 سلطان نے کہا یہ بادِ سرد  
 تاریکِ نظریں ہے خدائی  
 ٹوٹے نہ قیامت آہ کیونکر  
 کھرام تھا اک حرمِ سرا مین  
 ماتم کدہ پائے نختِ تھاوہ  
 افسوس ہو ادلِ زمانہ  
 چھائی تھی جہان پہ سو گوری  
 جو غم کہ پڑا تھا آنکھ پالے

### دوسری داستان

اجازت حاصل کرنا سلطان سے شاہزادہ ماہ رخ کا شکار کے  
 حیلہ سے اور روانہ ہونا سمتِ ماچین واسطے انتقام  
 بھائیوں کے اٹنائے راہ مین۔ گر قہار ہونا طلسمِ شبِ پری مین

ہر ریشہ کلابِ نکتہ دانی  
 بے جرم کے قتل سے ہی محزون  
 جاگیرِ دلی جو خونبہا ہے  
 چھوٹا شہزادہ ماہِ رخ نام  
 کانِ رُشد و یمِ تر حشم  
 خوش خلقِ کریم خوش بیان تھا  
 خوش منکر مدِ تیر زمانہ  
 جو چاہیے جو ہر صفاتی  
 دنیا سے گئے جو اُس کو بھائی  
 رہتا تھا وہ گلِ مدامِ دل چاک  
 تھی خواہشِ انتقامِ دل میں  
 سیابِ نبی تھی جانِ مضطر  
 آنسو پوچھے آہِ چشمِ ترکے  
 اس آگ سے جب جلے گی وہ بھی  
 یہ سوزِ جب اُس کو بھونک دیا  
 اُس گل کے جگر پہ داغ دیکھوں  
 اُس بت سے کسی طریقِ دل کے  
 کہتا تھا کسی طرح ہوا ہون  
 ڈرتا تھا نہ دیگا شاہِ اجازت

ہے جو ہر سیفِ خوش زبانی  
 ہر نقطہ ہے فہرِ مضمرِ خون  
 یوں چشمِ قلم سے خون بہا ہے  
 مانِ باپ کا خلق کا دل آرام  
 تھا مردمِ دیدہ ہائے مردم  
 دانا و عقیل و نکتہ دان تھا  
 مخلوق ہوا تھا وہ یگانہ  
 شہزادہ کی ذات میں تھو ذاتی  
 دنیا کی خوشی اُسے نہ بھائی  
 تھی صورتِ ابرِ چشمِ نناک  
 یا برق تھی اُس کی آبِ گلِ بین  
 کہتا تھا یہہ بیستہ در رہو کر  
 آنسو نہ پوچھے دل و جگر کے  
 جب آتشِ دل مری بھجیگی  
 ٹھنڈا ہو گا مرا کلیجہ  
 اس دل کو میں باغِ باغ دیکھوں  
 پھوڑوں میں چلے پھوپھو دل کے  
 پر نکلیں کہیں کراؤں کے پہنچوں  
 کی منکر ہوا ہو پا کے نصرت



پھر سو سچا مٹے گا نام اپنا  
 سر کے بل قتلہ رو چلا وہ  
 کبھے کو سیاہ پوش دیکھا  
 وہ نوزِ بصر نظر جہ آیا  
 کی عرض معاف ہو جو قصیر  
 طفلی سے شکار کی ہو عادت  
 سلطان نے کہا بصد تامل  
 کس دل سے کروں میں تم کو رخصت  
 امید رکھو نہ یہہ پدر سے  
 سو پنجو تو ذرا کہ جانِ بابا  
 بولا بادب وہ شاہزادہ  
 گو صورتِ صبر ہوں میں جاتا  
 حافظ ہے خدا کہا کہ جاؤ  
 رخصت ہو ایشہ سے شاہزادہ  
 بیتابی شوق میں چسلا وہ  
 عجلت سے کی قطع راہ یکسر  
 بیراہ وہ رو براہ ہو کر  
 جب نام کو نقشِ پانہ پایا  
 رہوار کو راہ روئے اکبار

جیلے سے نکالو کام اپنا  
 یون باپ کے رو برو گیا وہ  
 شمعِ دل کو خموش دیکھا  
 پہلو میں بجائے دل بٹھایا  
 بسمل ہوں برائے صید و منچیر  
 درکار ہے شاہ کی اجازت  
 بلبل کی قضا ہے فرقتِ گل  
 ممکن نہیں تن سے دل کی فرقت  
 تیلی کو جدا کرے نظر سے  
 چہ زخمون کے ایک تم ہو بچا ہا  
 ہو دولت و عمر شبہ زیادہ  
 بر شکل خیال ابھی ہوں آتا  
 تشویش سے پہلے پھر کر آؤ  
 ساتھی تھے سوار کچھ پیادہ  
 جانا کیسا ہوا ہوا وہ  
 گویا تھا سوارِ دوشِ صرصر  
 خود کھو یا گیا اتھارا کھو کر  
 حیرانی نے نقشِ پانہ پایا  
 ہمیں کیا براہ ہموار

زور و ن پہ چلا مثال صرصر  
 پہنچا اک دشت پُر دغل مین  
 تھا دشت پُر از گل و ریامین  
 تھا دشت مین ایک عالم ہو  
 آہو کے لباس مین پری تھی  
 یا کر کے کسی نے آہ جادو  
 یا خلد سے اک غزال رعنا  
 صحرا کے تھا دل کا چین آہو  
 شہزادہ نے جب غزال دیکھا  
 خود رفتہ زکار ہو گیا وہ  
 غنقا کا وہ یاد گار پایا  
 شکر کو دیا یہ حکم اکبار  
 آہو جانے نہ پائے سُن لو  
 گھوڑ و ن کو سپاہ نے دبایا  
 دیکر اُسے چند بار پھیرا  
 آہو دل حلقہ سپہ تھا  
 تھا چشم سپاہ کا وہ تارا  
 شکر کی صلاح بند کیجے  
 دیکھی جو یہہ رستخیز بیا

پہنچا اتنا سے خیال صرصر  
 دابے ہوئے شوق کو نعل مین  
 ہمشکل نگار حنائے چین  
 پیدا ہوا دور سے اک آہو  
 یا حور کی جلوہ گسری تھی  
 معشوق بنا دیا تھا آہو  
 آیا تھا براے سیر دینا  
 اُس دشت کا نور عین آہو  
 دل سینہ مین پائیال دیکھا  
 آہو کا شکار ہو گیا وہ  
 ہم شکل ہما شکار پایا  
 زندہ آہو کر و گرفتار  
 پامردی کی دست برو سمجھو  
 اُس دشت مین زلزلہ سا آیا  
 صیاد و ن نے صید یافت گھیرا  
 مرکز خواہش کے دایرہ کا  
 آنکھوں سے کہ مین زیادہ پیارا  
 آہو کا ارادہ راہ لیجے  
 سمجھا کہ ہے آج حشر بہا

عاجز بیدست و پا ہوا وہ  
 سوچا کہ چلو بھان کوئی داؤن  
 کب اُن کو بد اشکار تھا وہ  
 موقع جو ملا پئے ضرورت  
 جو آلہ تھا برق یا شرار  
 زقار کو خاک بادِ مہینچے  
 رہو ار جو تیز تھے پری سے  
 غایب ہوا بھر کے وہ طرار  
 پیچھا کرتے وہ کیا ہرن کا  
 تھک تھک کے گرمی کھڑے کھڑے وہ  
 آہو کی تلاش میں تھے برباد  
 ہر جا پہ گرے مثالِ جادہ  
 در ماندہ و راندہ ہنفر تھا  
 شہزادہ نے اسپ کو اڑایا  
 آہو کا سراغ بر ملا تھا  
 پیچھے تھا ہرن کے شاہزاد  
 ہر گام پر اک چمن بناتا  
 زقار کا اُس کی یہ چلن تھا  
 اول ہی قدم پہ گر پڑا تھا

سر پیر کو سوچنے لگا وہ  
 وحشت کے نکالو پیٹ سی پاؤن  
 اک جست میں سب کے پار تھا وہ  
 تر پا وہ چلا ہو اکی صورت  
 ٹوٹا ہوا یا فلک کا تارا  
 پیدل تھے سوار اُس کے آگے  
 تھک تھک کے گرے سکڑ رہی  
 منہ دیکھ کے رہ گئے یہ سارے  
 سب نشہِ مردمی ہرن تھا  
 مہر کے چچے پڑے پڑے وہ  
 گر پڑے کے غرض کی خاک آباد  
 جادہ بنے بہر شاہزادہ  
 اُقاد کو فوج کی جو دیکھا  
 خود باد نے بادِ پانہ پایا  
 پس ماندہ و راندہ کا ڈھیر ترق تھا  
 آگے جاتا تھا وہ ہوا سا  
 صحرا رشکِ تھن سینا تا  
 ہونقش تھا برگِ یاسمن تھا  
 منہ دیکھ کے سایہ رہ گیا تھا

سایہ کیسا اُس کا ساتھ دیتا  
 صحرائیں پہاڑ ریت کا تھا  
 ذروں کے دھک رہی تھی آگ  
 صحرائیں مفسر نہ جبکہ پایا  
 جب دامن کوہ ہاتھ آیا  
 جاتا تھا عقب میں شاہزادہ  
 زحمت سے مگرداؤدش کی  
 رہوار نے کی عقب گزاری  
 تھا شوق سوار یہہ پیادہ  
 طالع کی سمجھ کے ارجمندی  
 نیچا جو پہاڑ کو دکھایا  
 دنبالِ غزال شاہزادہ  
 کندھے پہ صبا کے جا رہا تھا  
 وہ بھی تھا مگر بلا کا آہو  
 ہنچہ دور چمک کے جیتے ارا  
 غائب جو نگاہ سے ہوا وہ  
 آنکھوں میں چھپا نگاہ ہو کے  
 آہو کے تھا گرد شاہزادہ  
 تکتا شد روہ چار سو تھا

گرتا ہی نہ تھا زمین پہ سایا  
 حدت میں وہ گرم بھاڑا تھا  
 صحرا کے چمک رہی تھے اختر  
 کھسار کے رخ و دم اٹھایا  
 دہشت نے پہاڑ پر چڑھایا  
 باجزم کیے ہوئے ارادہ  
 حالت ہوئی اسپ کی ردی تھی  
 دی موت کو جان کی سواری  
 حیرانی تھی پیش پا فتادہ  
 پستی سے چلا سوئے بلندی  
 اونچا ہوا وہ بلند پایا  
 سرگرم تلاش پا پیادہ  
 گھوڑے پہ ہوا کے جا رہا تھا  
 ازسرتا پا ہوا کا آہو  
 نظروں سے چھپا وہ آشکارا  
 پردہ سا نظر سے اٹھ گیا وہ  
 سمجھا جادو کے تھے یہ دھوکے  
 اسرار سے میر ہوا زیادہ  
 دیکھا اک کوہ روہر و تھا

تھار فلک کشیدہ وہ کوہ  
 جگنو کی طرح چمک رہے تھے  
 حیرت جو ہوئی اُسے زیادہ  
 مدت سے یہ سنتے ہیں کہانی  
 یہ کہ کوہ جو سامنے کھڑا ہے  
 شاید یہی جلوہ گاہ پائین  
 دل دید کے شوق نے ستایا  
 اُس کوہ سے اُترا وہ پر زیاد  
 دو برجوں میں آفتاب آیا  
 درجے میں فلک رکاب تھا وہ  
 مثل موسیٰ وہ آدمی زرا د  
 شہزادہ سے پائی ارجندی  
 تھا شوقی فرازِ کوہ لایا  
 ہم پایہ عرش جو قدم تھے  
 تھار تک خاک کا بار جن کو  
 خازون نے دیئے جو غار پر خار  
 آنکھوں کی رہی یہ شان باقی  
 آنکھیں پانی میں پیرتی تھیں  
 تلو می بھی نقطہ نہیں چھدی تھے

سیارہ ریگ کا تھا انبوہ  
 کندن کی طرح دک رہے تھے  
 کہنے لگا دل میں شاہزادہ  
 موسیٰ کی زبانی لن ترانی  
 اک پردہ سا ظاہر اُٹھا ہے  
 موٹی کی طرح سے دیکھ آئین  
 مشتاقانہ قدم بڑھایا  
 ہمت سے بڑھا وہ پاک بنیاد  
 ذروں پہ پڑا قمر کا سایا  
 دو برجوں کا آفتاب تھا وہ  
 آیا کوہ دگر پہ دل شاد  
 دونی ہوئی اُس کی سر بلندی  
 قسمت نے نشیب کو دکھایا  
 لیتے کف ریگ پر وہ دم تھے  
 فرش گل ناگوار جن کو  
 صد برگ سے ہو گئی وہ انگار  
 پانی کا نہ تھا نشان باقی  
 خالی وہ حباب رہ گئی تھیں  
 کانٹے تالو میں پڑ گئے تھے

جو یا خود آب کی ہوئی تھی  
 پردہ لب کا اٹھا رہی تھی  
 آئینہ دل تھا پُر کدورت  
 تکلیف سے گھٹ گوارا دے  
 نازک تھی طبیعت گرامی  
 بے مہرئی سے مہر پیش آیا  
 کیا تھر تھی مہر کی عداوت  
 تھے بادِ سموم کے وہ جھونکے  
 جس رو سے گلاب منفعل تھا  
 پہنچا اُسے مہر سے پہا زار  
 شعلے جو بھڑک رہے تھے منہ پر  
 اُس دشت میں ریگ کی وہ گرمی  
 چکر میں تھا چرخِ چنبری تک  
 پر ظایرِ روح کے جلے تھے  
 جلتے نہ حواسِ جنہ کیونکر  
 آتا تھا سخن وہاں جو لب پر  
 چھوڑے دیتا تھا ساتھ سایا  
 وہ بدر ہلال ہو گیا تھا  
 وہ مضطرب السواں ہو کر

تالو سے زبان نکل گئی تھی  
 بے پردہ لبون پر آ رہی تھی  
 حیرت نے دکھائی غم کی صورت  
 گھیرے سختی کے تھے پیادے  
 جی کو تھی ڈبوتی تشنہ کامی  
 جلتی ہوئی دھوپ میں جلایا  
 وہ دن تھا پہاڑ سا قیامت  
 جس شکل سے کوئی بھاری جھونکے  
 جس رخ سے کہ آئینہ نخل تھا  
 انگارے تھے گل سے منہ پر خسار  
 جاتا تھا پہ رنگِ رخ سے اڑ کر  
 لوہے کو بھی دے رہی تھی نرمی  
 جلتے تھے وہاں پر پری تک  
 طوطے ہاتھوں کے اڑ چلے تھے  
 خمہ متحیرہ تھا ششدر  
 ہوتا تھا دم میں بہا پ جل کر  
 اپنا جو تھا ہو گیا پرایا  
 خورشید زوال میں پڑا تھا  
 کہتا تھا یہ صیدِ یاس ہو کر

اس غم کا بھلا علاج کیا ہو  
 چھاتی پہ پہاڑ ہین جو غم کے  
 سورج کی کرن سے ذرہ ذرہ  
 وہ تاب چمک دمک کہ گویا  
 پُر زرد زون کا تھا خزنہ  
 ہمت کا ملا تھا ظرفِ عالی  
 لایا نہ خیال میں مصائب  
 اُس لون میں دہان جو چل رہی تھی  
 سر پہچرنے لگا گرا وہ تھک کر  
 بیدم وہ ہوا بنی جو دم پر  
 لیکن نہ ہوا ذرا پریشان  
 اندری اُس کی پاؤں مردی  
 تقدیر نمک نہیں کہ چھوٹے  
 آئینہ نہیں کہ ہون میں حیران  
 ہمت نہیں نقدِ دل کہ ہارون  
 دل میں یہی کہ رہا تھا وہ ماہ  
 صحرا میں چمن ہوا نمایان  
 ببل سا وہ باغ باغ ہو کر  
 رفتہ رفتہ وہ راہ چلتا

اس روز کی فکر آج کیا ہو  
 ٹکڑے سے نہیں ٹٹنگے دم کے  
 الماس کا ہو رہا تھا ریزہ  
 الماس نگار تھا وہ صحرا  
 انبارِ تحاریت میں دھیندہ  
 گنجِ قارون پہ خاک ڈالی  
 مروانہ چلا وہ ایک جانب  
 کچھ تھوڑی سی راہ قطع کی تھی  
 کھاتا تھا نظر میں دشت چکر  
 دم لینے لگا وہ بیٹھ دم بھر  
 از کردہ خود نہ تھا پشیمان  
 کہتا تھا یہی ہے جائے مردی  
 کچھ آس مگر نہیں کہ ٹوٹے  
 کچھ زلف نہیں کہ ہون پریشان  
 دولت نہیں غم کہ لات مارون  
 تقدیر سے گل کھلایا ناگاہ  
 ظلمات میں جیسے آبِ حیوان  
 ستارہ چلا سونے گل تر  
 ڈرتا ڈرتا منہ سب پہنچا

خرم ہوئی کشتِ زندگانی  
 پانی نہ پھرائے منہ میں کینو مگر  
 آرام چمن سے دل لے پایا  
 دیکھا اک باغِ رشکِ فرخار  
 دنیا میں بہشت کا منونا  
 طراز نگارِ محوِ مستی  
 جب سے ہوا یہہ گلِ یگانہ  
 گلزارِ اِرم ہوا پریشان  
 جنت میں بہنِ خالِ خالِ نلمان  
 حوروں کی جو شاخِ وان لگی ہے  
 اُس باغ میں اک شجرِ نیا تھا  
 اس مرتبہ تھی بلند ہر شاخ  
 عشاق میں تھی یہہ اُسکی شہرت  
 تھانچِ شجرِ مین ایک رخہ  
 پترِ مردہ دلوں کا حیرتِ جان  
 ڈوبا ہوا آبِ آبِ مین ہے  
 الماس میں یہہہ جلا کہاں ہے  
 گوہر کی وہ آبرو متا پانی  
 سرِ چشمہ آفتابِ زیبا

سوکھے وہانون پڑا جو پانی  
 تشنہ کو ملا تھا عین کوثر  
 نکلا جو کھٹک رہا تھا کانٹا  
 درمانِ مرضِ دوائے آزار  
 لیکن نرہیت میں اُس سودونا  
 گلگونہ نوعِ وسِ ہستی  
 غارِ کشِ چہرہ کا زمانہ  
 خلدِ شدادِ دشتِ ویران  
 گلشن میں چمن چمن بہنِ پرمان  
 صورت میں یہہ خلد بھی پری ہے  
 پھل پھول سے برگ سے لدا تھا  
 طوبیٰ سے ملی تھی شاخِ درشاخ  
 ہر شاخ ہے اک صراطِ جنت  
 کوثر کا بہا تھا اُس سے چشمہ  
 پانی اُس کا تھا آبِ حیوان  
 پانی یہی ماہتابِ مین ہے  
 پانی یہہ کہاں ضیا کہاں ہے  
 خورشید کا ماہر و متا پانی  
 اُس چشمہ سے آبِ آب دیکھا



اُس چشمہ میں اسطرح تھا پانی  
 کو شر کے لبون پر آبلے تھے  
 پانی میں مزانبات کا تھا  
 مینا میں وہ آب تھا گلابی  
 پیر کیف تھا کیا اُس آب کا گھونٹ  
 گزری بہن جہان میں تبنو عاشق  
 اُس چشمہ کے گرد تھے فرہ اسم  
 عاشق کے سوا بشر نہ دیکھا  
 عشاق نے دھوم تھی مچائی  
 شیرین سر ہاد کھ رہا تھا  
 وامق سے جگڑ رہی تھی عذرا  
 نل محو تظارہ دمن تھا  
 یوسف سے سوا عزیز کو تھا  
 تھا عاشق با صفا چتر سین  
 فنج تھی بکاؤ لی شیدا  
 اُس چشمہ آفتاب کے گرد  
 سینجوارون میں غلغلہ پاتا تھا  
 اک ایک پرست گیر رہا تھا  
 قاضی کی کچھ ایسی منہ لگی تھی

آنکھوں میں ہے جس طرح سفیدی  
 اُبلتا تھا سد حباب ہو کے  
 جانی آب حیات کا تھا  
 تھا جام میں رنگ آفتابی  
 ہر جرء تھا اک شراب کا گھونٹ  
 معشوق ہوئے ہیں جو کہ صادق  
 مصروفِ نیاز و ناز باہم  
 سائے کا وہاں گزرنہ دیکھا  
 نالوں کی فلک پہ تھی چڑھائی  
 لیسلا مجنون بکار تھا  
 تھا دامنِ یوسف اور زلیخا  
 وابستہ زلف پر شکن تھا  
 اک شاہدِ دلنوا از پیارا  
 پداوت نازنین سے بے چین  
 گلرخ تاجِ الملوک بھی تھا  
 سیارون کو تھا شراب کا وہ  
 ہر بونگ کا غل فلک رسا تھا  
 دسے جام کا شور بر ملا تھا  
 پھرتی تھی دہائی دختِ رز کی

مرمر کے وہ مست جی رہے تھے  
 بنی پی کے وہ مڑبھک رہے تھے  
 اپنے قصے سنارہے تھے  
 چشمے میں کوئی نہا رہا تھا  
 اک کرتا تھا عاشقانہ گفتار  
 طنبور سے پتھے بجا رہے گت  
 دیکھا جو وہ رقص عاشقانہ  
 نہ گنبد چنچ ہو گئے دنگ  
 محوشش و پنج ہفت اختر  
 چشم حیرت بنا سراپا  
 اس جلسہ کو دیکھ کر صنوبر  
 نرگس حیرت سے دیکھتی تھی  
 چشمہ ہوا نذر جام و ساغر  
 کیا کھائی تھم ہے تو نے ساقی  
 تجھے ہے یہ التجائے سوسن  
 کس یاس سے تک رہوین دیکھو  
 و ابندِ قبا کیے ہو کُگل  
 قمری کا غلام سر و آزاد  
 منت سے یہ کہ رہوین ناکام

چھک چھک کے شراب پی رہے تھے  
 بلب کی طرح چھک رہے تھے  
 افسانے ہزار گارہے تھے  
 اک وجد میں کوئی گارہا تھا  
 اک پڑھتا تھا صوفیانہ اشعار  
 گت ناچ رہے تھے ہو کے بگت  
 ستانہ سنا جو وہ ترانا  
 نق ہو گیا مہر و ماہ کارنگ  
 سب کے تھے حواسِ خمسہ شذر  
 انگور کا خوشہ تاکتا تھا  
 سکتے تین کھڑا تھا اک روش پر  
 سوسن جگر پہہ کھ رہی تھی  
 صد آفرین ایسی میکشی پر  
 اک بوند نہ رہنے پائے باقی  
 کچھ چھوڑ برائے اہل گلشن  
 سب بادہ کشانِ باغ تجھ کو  
 ساغرین لیے کھڑے پئے مل  
 مست گلِ عنذلیبِ ناشاد  
 دو بہرِ خد اشرب کا جام

چشم حیرت کیے ہوئے وا  
 پھرتا ساغر سے منہ نہیں ہے  
 تحسین کا شور بر ملا ہے  
 سودائے شراب وہ ہوسرین  
 شہزادہ جب اُس چمن میں آیا  
 جلسہ جو وہ دلفریب دیکھا  
 سمجھا کہ ہے کائنات افسون  
 کرتا تھا کھڑا نگاہ گم صم  
 شہزادہ تھا ہوش بختہ ونگ  
 دیکھا جو وہ آبِ زندگانی  
 پتر مردہ نے چشمہ دیکھ پایا  
 جو جسم کہ گردِ مین تھا پہنان  
 کھانے پینے کی چیز پائی  
 در ماندہ تھاراہ کا تھکا وہ  
 آنکھوں میں جو شکل خواب پائی  
 آسائش خواب کا تھا جویا

مستوفان چمن میں نہ لایا  
 رندوں کو ہزار آفرین ہم  
 ہر لب پہ کلامِ مرہب ہے  
 بی لیں چشمہ کو اک تیلزین  
 ہنگامہ بپا عجیب پایا  
 وہ ہوش و خرد ز باتِ شام  
 بیداری میں خواب دیکھا ہوں  
 کہتا تھا پھنسے طلسم میں تم  
 اور راہ کی ماندگی سے دل تنگ  
 منہ پر پھرا اُس گہر کے پانی  
 اُس آبِ حیات میں نہایا  
 نکلا چشمہ سے ماہِ تابان  
 خواہش کی لگی ہوئی بجائی  
 اک سایہ میں جا کے پڑ گیا وہ  
 کچھ صورتِ عیش ہاتھ آئی  
 غفلت کی وہ نیند بھر کے سویا

### تیسری داستان

ملاقات کرنا ملکہ رشک پری کا شاہزادہ ماہِ رخ سے

اور مہمان رہنا شاہزادہ کا دو ہفتہ اُس طلسم نادر میں۔

نقٹوں سے قلم ہو اگل نشان  
ریشک بالِ پری قلم ہے  
جاد و نفسی سے سحر پرداز  
یون کرتا ہے انکشافِ افون  
تھا شعبہ طلسم بالکل  
تھی قاف سے قاف تک حکومت  
جانِ انسان پری کی دلبر  
فردوس کے دل پر اُس کا تھا داغ  
یہ نام تھا اُس کے دل کا آرام  
شرہ یہہ دیا پری کو آکر  
صحرا گلزار بن گیا ہے  
جو نخل ہے باغ باغ ہے آج  
شہزادہ کی آگئی سواری  
خود صید شکار ہو گئے سب  
منہ مانگی مراد اُس نے پائی  
درکار ہے تیری جانفشانی  
مشہور کرشمہ ساز ہے تو

کرنا ہے جو عاشقی کا سامان  
حالِ ریشک پری رقم ہے  
صفہ پہ ہے کلک شعبہ باز  
معجز رقی سے کلک گلگون  
وہ نہرو چمن وہ جلتہ مل  
فرخ تھا خدیو باسعادت  
اک ریشک پری تھی اُسکی دختر  
اُس حور کی سیرگاہ تھا باغ  
تھی عاشقِ ماہِ رخ وہ کلفام  
جاسوس نے اپنا وقت پا کر  
کچھ آج عجیب گل کھلا ہے  
روشن گل کا چراغ ہے آج  
بخت صحرائے کی جو یاری  
مصرف شکار و صید ہے اب  
مخبر نے جو یہ خبر سنائی  
سو سن سے کہا بھربانی  
نشان و زبان دراز ہے تو

باتون میں اُسے لگا کے لے آ  
 سوسن کہ غضب تھی پُر شرارت  
 ہو آپ کو شوقِ عشقِ بازی  
 یہ کہ کے ہوئی روانہ خود کام  
 پہنچی صحرائین وہ خود آرا  
 کہنتی تھی کرو کچھ ایسی تدبیر  
 یکبارگی اُس نے کر کے جادو  
 غنقا کے شکار کو چلی وہ  
 صیاد کی منکرین بُھا تھا  
 الٹی تسخیر ہو رہی تھی  
 سوسن جو ہوئی ادھر روانہ  
 سودے کی بڑی جو خود سری تھی  
 دروازے پٹکنکی بندھی تھی  
 تھی بیم و رجا کی بے قراری  
 کھلتا نہیں وجہ دیر کیا ہے  
 کیا جانئے دیر کیوں لگائی  
 دیکھا ناگاہ اُس کو آتے  
 سوسن آئی کہا کہ آئی  
 جس گل کے لئے بنی ہے بل

جس طرح پھنسنے پھنسا کے لو آ  
 بولی ہنس کر خدا کی قدرت  
 دکھلاؤن میں اپنی کار سازی  
 سو طرح کے مکر کے لیے دام  
 کرتی ہوئی چار سو نظارا  
 جو پٹ نہ پڑے مثالِ تقدیر  
 قالب بد لا بنی وہ آہو  
 شہزادہ کے روبرو گئی وہ  
 پنجیر ہوا تھا صید جو یا  
 انسان کو بھانستی پری تھی  
 تشویش کامل گیا بہانہ  
 انسان کی منظر پری تھی  
 رستے پہ نظر لڑی ہوئی تھی  
 کہتی تھی یہی ہزار باری  
 حیران ہوں میں کہ پھیر کیا ہے  
 کہہ کر گئی تھی ابھی میں آئی  
 پوچھا بے ساختہ پری نے  
 لو گل پئے عندلیب لائی  
 ہے باغ میں وہ کھلا ہو گل

یہ کچھ سستانی سب کہانی  
 قلاب وہ غزال سے بدن  
 لانا شہزادے کو لگا کر  
 پوشیدہ کیا وہ راز ظاہر  
 سوسن سے کتنا تمام قصہ  
 تیرا ہی یہ کام خامری جان  
 سینہ سے لگا لیا پری نے  
 اس پردہ میں راز دل جتایا  
 اس راز سے ہوشیار رہنا  
 یہ روزِ فراق جب ہو خست  
 جب ماہ ہو وسطِ آسمان میں  
 سب سوئے کو لالچی پڑے ہوں  
 بند آنکھ ہو بد نظر کی جس میں  
 خوابِ آشنا چشمِ نرگسی ہو  
 ہو دزدِ جنازین کا پیوند  
 سوسن کہ ظریف تھی نہایت  
 قربان گئی کینہ بندی  
 اس کار کا کیا صلا ہی ہے  
 ثابت کردے کیسے خطا کو

اظہار کی اپنی جان نشانی  
 حلقے سے وہ فوج کے کلانا  
 چھپنا اپنا نظریہ بچا کر  
 درپردہ کیا پری کو ماہر  
 بولی ہے فریب تیرا حصہ  
 سوسن شاہِ تیرے قربان  
 ہوسے تین صلہ کے یہ قرینے  
 تاکیدِ اکید سے بتایا  
 اس پردہ کی پردہ دار رہنا  
 تیرے جوشِ براتِ جھلت  
 پھیلا ہوا خواب ہو جان میں  
 جھنڈے غفلت کے جب گڑبڑ ہوں  
 غماز کے لب ہوں جب مقفل  
 نرگس کی بھی آنکھ جب لگی ہو  
 سوسن کی زبان بدی سے ہو بند  
 بولی کہ حضور کی عنایت  
 لونڈی کی ہے کیون بان بندی  
 انصاف کا مقتضایہ ہی ہے  
 لونڈی چھپچھپیگی خود سزا کو

دیکھا دنیا کا کارستانہ  
 لائی گلچین کو ہون اڑا کر  
 سوسن سے کہا پری نے ہنکر  
 آفت کی نبی ہے تو قیامت  
 باز آئی نہ اپنی حرکتوں سے  
 سمجھی کہ زبان دراز ہے تو  
 اسے چرب زبان سمجھ تو دل میں  
 سمجھا تو مجھے ذرا خدا را  
 کچھ رسم نئی نہیں ہے منظور  
 مہمان جو عزیز گھر میں آئے  
 خاطر سے سر آنکھوں پر ٹھائے  
 بولی سوسن کہ پھر مجھے کیا  
 الفت کا مجھے مرض نہیں ہے  
 عادت نہیں اپنی دیدہ بازی  
 چاہت کا نہیں ہے ذوق مجھ کو  
 ناجنس کی صحبت آشکارا  
 کب مجھے بھلا یہ کام ہو گا  
 مان باپ کو منہ دکھاؤنگی کیا  
 بدر راہ اگر چلون گی میں راہ

نیکی کا نہیں رہا زمانہ  
 آتی ہوں ابھی ہوا تھا کر  
 شوخی نے کیا ہے تجکو خود سر  
 تیری رگ رگ میں ہے فطرت  
 فرصت ہی نہیں ظرافتوں سے  
 کیا کو سون کہ چارہ ساز ہے تو  
 سختی نہیں میری آب و گل میں  
 کیا رسم جہان نہیں مدارا  
 دنیا کا سنو یہی ہے دستور  
 یوسف کی طرح سمجھ کے لائے  
 دل جان سے اس کے کام آئے  
 یسلا بنین آپ یا زلیخا  
 مطلب نہیں کچھ غرض نہیں ہر  
 آتی نہیں مجھ کو جلسا زری  
 مردوں سے نہیں ہر شوق مجھ کو  
 ہے ہے مراد دل کرے گوارا  
 بد نام جہان میں نام ہو گا  
 عصمت کھو کر میں پاؤنگی کیا  
 مان باپ نہ جینے دینگے واللہ

بہان ہو گا وہ جس کا ہو گا  
 وہ یوسف چاہ تم زلیخا  
 بولی وہ پری سرکج ادائی  
 ساتھی نہیں گرمی غرض کی  
 مروں کے نہ تجھے جو تھو پکے  
 ظاہر کرتی ہے سچائی  
 ایسی بھی مجھے نہیں خوش آئی  
 اندر سے تیرا شورخ دیدہ  
 ہے شرط کہ جرم کی سزا دوں  
 ہنس ہنس کے ہمیں لگی رانے  
 بہر و پیان نہیں غرض آتا  
 بس ہو چکی دل لگی چار جاؤ  
 نخرے نہ بگھا روای زیادہ  
 ہمانی کرو تم اُس کی جا کر  
 تیوڑی جو چڑھی پری کی بائی  
 آنکھوں سے وہ کہہ کے خادمانہ  
 کہتی تھی ادھر بہر رشک شمشاد  
 اے حسن یہ وقتِ دلبری ہو  
 اے ناز و کھاکچہ اپنے انداز

محب کو انعام ہاں نہ دے گا  
 مجنون ہی کہ واسطے بہر لیا  
 اس اُنتم پہ ہے اس قدر رکھائی  
 پھر آپ دو اپن کس رضائی  
 ہمارا ہوئی تھیں کیا سمجھے  
 جامہ کی تھارے پار سائی  
 اے گیسو بریدہ شورخ چشمی  
 آفت کی ہے تو دہن و رین  
 گدنی سے تری زبان کچھ نہ  
 بن بن کے ہمیں لگی بنائے  
 جھکو نہیں چو نچلا یہ بھاتا  
 صدقہ کچھ ہوش پر سے دلاؤ  
 تنہا ہے چمن میں شاہزادہ  
 لیجانا مجھے بھی رقت پا کر  
 سو سن سے وہین زبان بانی  
 گلشن کی طرف ہوئی روانہ  
 خود بین ہوتے ہیں آدنی زاد  
 تیرا ہر اک اداس پری ہے  
 ہو جا انداز سر بستر تاز



اسے عشقہ کرشمہ بار بار چہرہ چا  
 سب کچھ کر کے کچھ نہ سنا مان  
 دیکھو نہ کھانا نہ میا باٹ جاتے  
 حاضر ہوئی آنکھیں نہ دیکھائی  
 زینت کا خیال دل میں آیا  
 لکھنا یا جو زلفِ صبر میں نے  
 صبرِ دل کا خیال آیا  
 مرنے کی جیب مویلوں پر رکھے  
 سرسہ آنکھوں میں کچھ لگایا  
 اچھڑا پہ سلائی کہ جو بہیرا  
 تالیش سے گہر کی تھا وہ طرا  
 ہر شانہ پہ دایم مویلوں بچھا کر  
 ہلکا ہلکا نفیس زیور  
 جوڑا پوشاک کا وہ پہنا  
 اتر اچوڑا جو تھا بدن کا  
 شند رہوئی دیکھ اپنی صورت  
 بلوائیں خواصین چند ہزار  
 پہنا کے لباس و زیور تو  
 اس نے کیے وہ چند اختر

سرخی تو گلے کا پار ہو جا  
 نہرا دہ ہو لاکھ دل سہرمان  
 انسان پر مایہ کے ہاتھ آئے  
 آتشِ حسن کی سو جھائی  
 آئینہ خواص نے دکھایا  
 شانہ لیا دستِ مہ جبین نے  
 زلفوں کو کھنڈِ دل بنایا  
 تاروں میں پڑے سیاہ ڈورے  
 جلوہ شبِ طور کا دکھایا  
 ظلمات کا بڑھ گیا اندھیرا  
 چشمکِ زینِ خوشہ شریا  
 بیٹھی پئے صیدِ دل وہ خود  
 الماس و گہر کا کچھ بہنکر  
 جس جوڑ کا جوڑ تھا وہ گہنا  
 وہ باغِ مین گل کا بیرین تھا  
 بڑھتی گئی حسنِ خیرِ حیرت  
 شب کے پردے میں تھیں جو ہزار  
 اُن سب کو بنائے غیرتِ حور  
 ہمراہی کے واسطے مقرر

سوسن کا تھا انتشار اُس کو  
 بیتا۔ نئی شوق سے تھی بسمل  
 بیٹھی تھی ادھر بہرہ دل شکستہ  
 اُس نے جو کہا چلو چمن میں  
 بلقیں منط چلی خرامان  
 پر یان حلقہ زدہ تھیں ہمراہ  
 جاتا تھا پئے قرآنِ خورشید  
 اُس شب کا یہ ماجرا تھا گویا  
 انجم کا زین پہ کاروان تھا  
 تھے سرورِ روان مگر چاندان  
 یا ماہ کے گرد تھے ستارے  
 انجم وہ ملے تھے آکے باہم  
 دیکھا جھڑپ میں ماہ پارا  
 حورین صورت پہ مر رہی تھیں  
 ٹوٹی پڑتی تھیں شکلِ اختر  
 سیاروں کی انجمنِ روان تھی  
 گھٹنا گیا جس متدرکہ جادہ  
 انسان کی بوجھ اُس نے پائی  
 جلدی جلدی متدم بڑھا کر

ہر لمحہ تھا انتشار اُس کو  
 قالب تو یہاں تھا باغِ نینل  
 آپہنچی وہ ہڈ ہڈِ خجستہ  
 پہو لی نہ سمائی پیرہن میں  
 وہ رشکِ پری سوئے سلیمان  
 ہالے میں چلی وہ غیرتِ ماہ  
 عقدِ پروین شگفتہ اُمید  
 ہتھاب تھا آفتاب جو یا  
 یا بقیۃ نور ملکِ روان تھا  
 یا شعلہ طور تھا خرامان  
 یا شعلہ کے ساتھ تھے شرارے  
 جملہ سعدین تھے فراہم  
 ٹوٹا پڑتا تھا ہر ستارا  
 ہمراہی میں جان کر رہی تھیں  
 صدقے ہوئی تھیں اُس پری پر  
 اُس ماہ کی راہ کہکشان تھی  
 بڑھتا گیا شوقِ دل زیادہ  
 قالب میں پری کے جان آئی  
 آئی شہزادہ کے برابر

دیکھا جو وہ آفتاب صورت  
 پیدا ہوئی سنسنی بدن میں  
 خاموش پری تھی مجھ دیدار  
 ارمان سا پری کے دل میں آیا  
 تن دادہ کشمکش تھی وہ ماہ  
 اک و لولہ محبت آیا  
 آہستہ اٹھا کر اُس کے سر کو  
 کر کے نظروں میں پیار اُس کو  
 قسمت سے پڑا ہوا جو پایا  
 چار آنکھیں ہویں ہم جو نگاہ  
 آنکھیں تھیں یا شہاب ثاقب  
 نظر میں تھیں یا چھری کٹاری  
 دونوں کے دلوں سے ہو گئے پار  
 زخمی یہ ادھر ادھر وہ گھائل  
 جاگاجب وہ بلند پایا  
 خوش ہو کے کہا کہ چشم بد دوز  
 مجھ پر نہ ہو کیون خدا کا سایا  
 کہتا تھا کہ خدا ہے مقرر  
 یہہ باغ ہے بوستانِ خبت

حیرت نے بنایا اُس کو موت  
 پھرنے لگا خون سارے تن میں  
 نیک و بد سے نہ تھا سروکار  
 آنکھوں میں نگاہ سا سامیہ  
 تھی شوق و حیا میں خجنگاہ  
 بے پردہ حجاب کو اٹھایا  
 فردوس بنایا اپنے سر کو  
 دل کا کیسا خانہ دار اُس کو  
 سوتے ہوئے بخت کو جگایا  
 کھینچی بے اختیار اک آہ  
 چمکے دو بخت کے کو اکب  
 دونوں کو ملی جگر فکاری  
 دو تیر نگاہ تا بہ سوسار  
 دونوں کے حواسِ خمسہ زائل  
 سرز انوپہ اک پری کے پایا  
 بالین پر مرے ہے جلوہ طور  
 سر پر ہے مرے ہما کا سایا  
 چشمہ نہیں ہے یہ نہر کوثر  
 اشر نے حور کی غنایت

دل میں ہوا شاہزادہ خورشید  
 کہنے لگی وہ نگار کیا خوب  
 انسان کا بخت جب ہو بیدار  
 اُس شخص سے یہہ کر دہانے  
 قربان مزاج کے تھارے  
 یہہ کبکے پری نے سر اٹھایا  
 الفت میں ہوا جو مبتلا وہ  
 اٹھتے ہی ہوا پرنی کے قربان  
 میں اس خفقان میں مبتلا ہوں  
 فرمائیے جو یہہ و سوسہ دور  
 ہنگامہ جو روبرو بپا ہے  
 بولی وہ نگار مکر کے  
 احوال ہو منکشف ہمارا  
 منظور اگر نہ ہو بہانہ  
 بولا وہ پری سے شاد ہو کر  
 وہ رشک پری کا ہو تو تھان  
 بولی حیرت سے وہ گل اندام  
 بیوجہ نہیں کلام میرا  
 سمجھا رشک پری ہے یہہ

آنکھیں کر لی خرسین پھر سید  
 یہہ بھی کوئی خواب کا ہی خوب  
 سونا اُس کو نہیں سزاوار  
 بیداری و خواب جو نہ جائے  
 رحم آیا نہ زانو پر ہارے  
 زانو عوض ہو سس کالا  
 ہم صورت و لولہ اٹھا وہ  
 صدقے ہو کر کہا مری جان  
 بیدار ہوں یا کہ سو رہا ہوں  
 آدم ہین پری ہین آپ یا خور  
 اصلی کہ منوہ سیمیا ہے  
 تم خط ہر خواب میں ہو جاگے  
 تکلیف اگر کر دو گوارا  
 کچھ دور نہیں غریب خانہ  
 انسان کا یہہ کہان مقدر  
 جو وقت کا اپنے ہو سلیمان  
 شاید ہوتا ہے تمکو الہام  
 جانا کس طرح نام میرا  
 پاسخ اُس نے دیا کہ واسطہ

یہ نام عزیز ازل سے دلبر  
 کرتے ہوئے پیار کی وہ باتیں  
 بارہ درمی اک بلور کی تھی  
 آنکھوں میں کشادہ تھے وہ دریا  
 گویا کہ سبھی عروس رعنا  
 رخت میں فلک قباب تھی وہ  
 داخل ہوئے جیسے جان تنہا  
 اک بیچ میں تھا قرآنِ سدرین  
 دو مردارید اک صدف میں  
 اک بیت میں اجتماعِ صدین  
 بیٹھا مسند پر مثلِ جسم کے  
 تھی رشک پری عروسِ تقدیر  
 زانو سے ملا کے یار زانو  
 زونِ مسند نشینِ اقبال  
 روتی وہ چادرِ بالیں ناز  
 شہزادہ نے دل میں مسکرا کر  
 اُس گل سے کہا کہ جانِ عاشق  
 گو حسنِ بتان ہے بیوفائی  
 سر کو اُس شمع نے بجھا کے

کندہ ہے مرنے لگینِ دل پر  
 پہنچے کاشا شد پری میں  
 گویا کہ ڈھلی وہ نور کی تھی  
 تھی عشق کی چشمِ منظرِ روا  
 نوشاہِ کارِ کیمیتی تھی رستا  
 منزل تھی و آفتاب کی وہ  
 دور و حیرتِ درائیں اک بینہ  
 ہو دیکھ کر جس کو رنجِ بچہ  
 ثنائی جن کا نہیں کھنکھ میں  
 گلزارِ جہان کے زینتِ دزین  
 شکلِ نقشِ مرادِ جسم کے  
 بیٹھی پہلو میں شکلِ تصویر  
 و زونِ بیٹھے تھے چار زانو  
 تھے با جاہ و جلال و اجمال  
 باہم ہوئی چھٹیر چھاڑ آواز  
 زانو آہستہ سے و باکر  
 صد تھے روضہ و انِ عاشق  
 ہے وعدہ کے واسطے وفائی  
 نیچی کر کے نظرِ حیا سے

سونا زوار اسے لب کو کھولا  
 یہہ امر ہوا لب آشکارا  
 تھے یہہ سنہ سنہ نہیں ہے شاید  
 ہر باشہین تھا تبات کا لطف  
 مصری کی زلی ہر ایک فقرہ  
 خاموش ہوئی وہ ماہ پارہ  
 تھی شطیر اشارہ سوسن  
 از باب طرب کو لیکر آئی  
 موجود کیا بہ تیز دستی  
 فرگس نے شرب کینکی کی  
 مسرور و باغ دل ہوا تر  
 سازندے جب ملا چکے ساز  
 وہ طبلہ نواز تھا طبلیا  
 انسان کیا حور کی پری کی  
 پروین سعوس دلربا کے  
 الفاظ غزل تھے صورت دُر  
 مطرب نے بعد شگفتہ روئی

باتون میں یہہ اُس نے قذ گھولا  
 جلدی کا مزاج ہے مٹھارا  
 ویر آید اگر درست آید  
 اُس جان سے تھا حیات کا لطف  
 یا قذ و نبات کا تھا کوڑہ  
 سوسن کی طرف کیا اشارہ  
 اٹھی مثل شرارہ سوسن  
 اسباب طرب کو لیکر آئی  
 سامان نشاط و سستی  
 بھر بھر کے گلابیون میں کچی  
 دونوں نے پیے جو چار ساغر  
 مطرب نے کیا سرود آغاز  
 تھا با ہم فلک پہ جس کا ٹھیکا  
 سنگت کرتا تھا مشتری کی  
 اسرار کے بول بج رہے تھے  
 نورانی گلے تھے نور کے سر  
 گائی یہہ غزل تجوش گلوئی

غزل

مطرب لحن جنون قزادے

ساقی قلع خرد رُبادے

ہاں بادۂ وصل سے چھکادے	بیٹھے ہیں بہم محب و محبوب
جامِ مئے بجو دی پلادے	رو کا دولون کو ہے خودی تے
کافر جامِ جہان نساوے	دکھلا دیر و حرم کا جلوہ
آغوش میں غیرتِ سر کی	شب عیش و نشاط میں سحر کی

### چوتھی داستان

رخصت ہو کر جانا شاہزادہ ماہِ رخ کا ملکہ رشک پری سے  
جانب ملکِ ماچین کے اور بقرار ہونا ملکہ رشک پری کا  
صدمہ فراق شاہزادہ ماہِ رخ میں۔

اندوہ سے خامہ سینہ شق ہو	درپیش فراق کا قلق ہے
اللہ رے سلم کی بیقاری	رعشہ کف دست میں ہر طاری
قرطاس پہ زلزلہ پیا ہے	پاینج انگلیوں میں تڑپ رہا ہے
موتی کی پروں رہا ہے لڑیان	نیچا کیئے سرتلم ہے گریان
اُس برج میں نیم ماہ ٹہرا	جہان میں نیم ماہ ویکتا
یہہ چاندنی بس مٹی چارون کی	چھائی شبِ غم کی پہر اندھیری
بھولے ہوئے بہائی یاد آئے	پھر دایخِ جگر یہہ رنگ لائے
چشمون نے بہایا بند پانی	کی آنکھوں سے اشک نے روانی
وہ منزلِ غم کا پاٹھکستہ	مدہوشِ الم وہ ہوش رفتہ

کم کر دہ کاروان و منزل  
 سو بچا یہ سبجائے خود بفرنگ  
 دل گو کہ ہے طالبِ حضور  
 ہے پاس وفا کو پر وہ پوشی  
 لیکن ہے علاجِ دردِ منظور  
 پھر سو بچ سمجھ کے عاشقِ زار  
 پکڑے قدمِ بری بشر نے  
 چاہا کہ لگائے گلے سے  
 بولا وہ بشر کہ قول کیجئے  
 بولی ترے ساز کی قسم ہے  
 نازک بدنی ہے میری شاہد  
 ہے گل بدنی گواہ میری  
 غنچہ دہنی کی اپنی سو گند  
 کا ہش پہ نظر نہ کی ہاری  
 محشر نہ بپا ہو سر اٹھاؤ  
 رو کر ہو طالبِ اجازت  
 استادِ سفر پہ شاہزادہ  
 دلدار کو وان سفر کا آہنگ  
 چلنے پہ تعین وہاں وہ بیکس

کھو یا ہو آپ آپ سے دل  
 رخصت کا نکالے کوئی بڑھنگ  
 الفت کو پسند کب ہے دوری  
 گویا لی کو شرم سے خموشی  
 مرہم کی تلاش بہرِ ناسور  
 قدموں پہ گرا پری کے اکبار  
 یہہ سمجھی کہ سر اٹھایا شر نے  
 اٹھانہ وہ سر قدم تلے سے  
 قدموں کے طفیل ہاتھ دیجئے  
 اس ناز و نیاز کی قسم ہے  
 گل پیر ہنی ہے میری شاہد  
 گلبرگ تنی گواہ میری  
 اس کم سخن کی اپنی سو گند  
 سنہ تھک گیا اور زبان ہاری  
 حسرت سے ملو گلے سے آؤ  
 دل نے کہا جان سے کہ رخصت  
 آفتادہ پری مثالِ جادہ  
 یان رنج سے پری کے اڑ گیا رنگ  
 یان آپ تو کیا نہ چل سکا بس



آمادہ پہنچو جواں وہ دلریش  
 و ان ماہِ دوہفتہ بایل سیر  
 ز قمار کے عزم کا وہاں ٹھنک  
 و ان جذبہٴ دل کو شوقِ سنزل  
 و ان تلوون میں شکلِ خار پیدا  
 و ان فکر کو پیشِ سنزل چنر  
 و ان فکر کہ اب چھڑاؤ دامن  
 و ان پہلو میں دل لگا چھلنے  
 خاموش وہاں وہ کشمکش میں  
 دل کہو کے پری کو ہوش آیا  
 پٹنا کے گلے کہا مری جان  
 چلنے میں مرے جو شر نہ ہوتا  
 میں طفلِ سرشک سی مچلتی  
 رشتہ نہیں ہمدی کہ ٹوٹے  
 کچھہ در و حواس ہے کہ جائے  
 دلی نقشِ قدم نہیں کہ ہڑے  
 دم اور یہ غمِ عدو ہیں باہم  
 آنکھوں سے پری نے ماؤں خبر  
 بہر اپنا دکھا کر اُس کو زبور

یان روح کو تن سے کچھ دیر پیش  
 یان رشکِ پری کا حال تھا غیر  
 خود رفتہ ہوئی یہاں یہ دل تنگ  
 یان قیدِ الم سے پاسے درگل  
 آئینہٴ دل میں یان ہویدا  
 یان سلسلہٴ حیا سے پابند  
 یان قصد کہ دست اور گریبان  
 یان رنگِ خا لگا بد لے  
 بیہوش یہاں پری تھی غش میں  
 دلدار کو سینہ سے لگایا  
 اس جان کا رہے خدا نگہبان  
 ناموس کا کچھ ضرر نہ ہوتا  
 سائے کی مثال ساتھ چلتی  
 کیا ساتھ ہوئی ہے کہ چوٹے  
 کیا صبر بھی موت ہے کہ آئے  
 دم کیون نہ رُکے ہیں غم کے پہرے  
 کٹ جائے جو سر تو ہوں یہ ہم  
 یا قوت و گہر کیے پنچھ اور  
 بولی وہ نگارِ یاسمن بر

مین حلقہ گبوش ماہ رخ ہوں  
 بجلی دیکر کہا کہ جانی  
 لیجا مرا موتیوں کا نالا  
 دیکر اُسے طوق پھر وہ بولی  
 بولی زنجیر دیکے ناکام  
 رخصت تیری اس آنجن سے  
 دلدار تو بن کے لے چلا دل  
 ہے جان مری یہ دل نہیں ہے  
 چلے یہ تو گود میں بٹھانا  
 روئے یہ تو اس کو پیار کرنا  
 گھر اس کا ہے پہلو تباہ میں  
 شہزادہ دل پری کو لیکر  
 رخصت ہوا آہ بادیم سرد  
 دلدار پری پری سے چھوٹا  
 دودر دین کشکس بہم ہے  
 کہتی تھی ادھر تو دل کو بھیجا  
 ہونے کو جگر بھی ہے دو پار  
 دلدار وہ ہوں آہ کیا کہو نہیں  
 سینے پہ بجا دل رکھا ہاتھ

بالے کانون کے کیوں نہ دیدوں  
 بیتابی دل کی ہے نشانی  
 اشکوں کی ہے یاد دینے والا  
 یہہ طوق ہے یادگار قمری  
 الفت کا ہے پیش پایہ انجام  
 رخصت ہے چہار کی چمن سے  
 رکھنا الفت سے ہے یہ سبیل  
 ناز و ن کا پلا ہے نازنین ہے  
 غش آئے تو زلف کو سونگھانا  
 تڑپے تو گلے کا ہار کرنا  
 گھبرائے نہ یہ نئے مکان میں  
 دل اپنے عوض پری کو دیکر  
 ٹھنڈے ٹھنڈے چلا دم سرد  
 دل ٹوٹ گیا پہ دم نہ ٹوٹا  
 دلدار کی یاد دل کا غم ہے  
 اب سنہ کو ہے آ رہا کلیجا  
 ایجان کہیں نکل حصارا  
 بیدل کیونکر یہ غم سہو نہیں  
 کہنے لگی دل ترے خدا ساتھ

چھائی ہوئی چہرہ پر اُداسی کھوا پنہ حواس و عقل بیٹھی گوزیست سے لاکھ ہونقاد م	صورت سے عیان تھی بدحواسی بیٹھے ہوئے دل کی شکل بیٹھی نکلے کیونکر مڑ کا ہوا دم
---	--

### پانچوین داستان

حسد کرنا نرگس کا اس صحبت ماہ رخ و رشک پری پر اور خلی  
کھانا اُس کو روین کا بلکہ غیرت حور یعنی مادر رشک  
پری سے اور جانا ملکہ غیرت حور کا باغ موسومہ طلسم ناورین  
واسطے انکشاف حال کے

واہو نے پہ ہے جو غنجہ راز گردش کے جو آگے کچھ ایام نرگس تھی خواص اک نظر باز منظور نظر تھی عیب بینی غیبت کرنا تھا کام اُس کا رکھتی تھی حسد کا دیدہ کور مادر کی طرف سے تھی وہ طرار واقف ہوئی راز سے وہ قائل	خامہ کی ہے سر نوشت غماز ہوئے لگا راز طشت از بام چالاک شریر شوخ غماز مرغوب زبان تھی نکتہ چینی کبھری رکھتا تھا نام اُس کا چلی کہاتی تھی وہ چنسل خور ناموس کے غنجہ کی نگہ دار نادان نہ تھی جو رہتی غافل
---	---

بنے دید نہ کر سکی خموشی  
 خاطر پڑے مردہ انجن سے  
 افسردہ دل و ملول ورنجور  
 سرخم کر کے برائے تنظیم  
 حرف آشنا لب کیو غرض سے  
 کی عرض کہ اے جناب والا  
 آنکھوں کی قسم پتا لگایا  
 اندھیر بہہ چاندنی میں دیکھا  
 اسلام سے کفر مجلس آرا  
 مسجد کی حدود میں خرابات  
 ہے ور و زبان جس کو تکبیر  
 قاضی کی جبین پر سنج قشقہ  
 تصویرِ صنم کی آڑی ہیکل  
 دل کفر کا نور سے محبتی  
 زُتار سے صوفیوں کا رشتہ  
 قطّاع طہریق راہبر ہے  
 سجادہ نشین ہر ایک موبد  
 حاقوس بلب ہوا موذن  
 تبسج بکف بتان پر فن

کن آنکھوں سے کرتی چشم پوشی  
 برداشتہ دل چلی چین سے  
 پہنچی بہ حضور غیرت حور  
 آداب سے عرض کر کے تسلیم  
 کھولے مذ نظر کے عقدے  
 اقبال حضور ہو دو با لا  
 لوزِ حنیم جگر کا چور پایا  
 ظلمات کو روشنی میں دیکھا  
 کعبہ سے ملا ہوا کلیسا  
 بیدون کے نقوش حرف آیات  
 و اخط کی زبان بتوں کی تفسیر  
 مفتی کا ہے منبع کا نقش  
 ہے گردنِ شیخ میں حائل  
 ہندو کی ہے آسنی مصلیٰ  
 گرہ جا میں جس بکف فرشتہ  
 رہزن کے لباس میں خضر ہے  
 تجنا نہ نبی ہوئی ہے مسجد  
 زُتار بدوش پاک باطن  
 انگشتِ گجوش ہے برہمن

مومن ہے سجد و بت میں بیباک  
 سیلانِ پری دلِ لبشہ پر  
 نرگس نے کہا بحشیم پُر نعم  
 بدلی ہوئی ہے ہوائے گلشن  
 رنگین نہ کہین ہو چادر گل  
 مرجھائے نہ برگ یا سمن بر  
 غنچہ نہ چمک کے پھول ہو جائے  
 ہو سُرخ نہ گل کی شکلِ دلمان  
 شبنم سی نہ آبر و کو کھوئے  
 شمعِ خلوت نہ گلِ فشان ہو  
 ہم بسترِ خواب ہو نہ سہرو  
 ہر دم کی غلش نہ خار ہو جائے  
 ایسا نہ ہو جیسے یاسمن کی  
 ہوں بیل و گل کہین نہ ہم خواب  
 ہو جائے وہ گلبدن نہ داعی  
 دُر ہے کہ صبا نہ لے اُڑے راز  
 اس مُشک کی بو کہین نہ جکے  
 شبنم نہ ہونذیرِ پیر تو خور  
 لالے پہ کہین نہ اب پڑواؤں

رخسارِ صنم ہو مصحفِ پاک  
 کافر کا عمل خدا کے گھر پر  
 گل کا نہ پڑے چمن میں ماتم  
 اُڑتی نہ پھرے روائے گلشن  
 خمیازہ نہ کہنیچے شکلِ سبیل  
 کھلائے کہین نہ وہ گل تر  
 نیزنگ چمن کو طول ہو جائے  
 تماچاک نہ چاک ہو گر زبان  
 اشکِ نجلت نہ منہ کو دھوئے  
 گویا پر واز نہ کی زبان ہو  
 کھل جائے نہ کچھ نیا شکوہ  
 گلچین نہ گلے کا بار ہو جائے  
 کلیان کھل جائیں پیر ہن کی  
 پیدا فتنہ کے ہوں نہ اسباب  
 پروانہ لے شمع سے چراغی  
 فتنہ ہے یہہ ایک فتنہ پرواز  
 یہہ بلبلِ خوش نواز چھکے  
 بید جا جائے کہین نہ وہ دُر  
 گل کا نہ کہین ہونا سرباوس

تل دل کے کہین وہ شوخ گلرو  
 آئے نہ کسوٹ شمس میں ماہ  
 بر سے نہ صدف پر ابر نیسان  
 ہو اپ نہ یہ روسیاسی روشن  
 سوسن کی زبان نہ طعنہ زن ہو  
 کانون پر رکھے نہ ہاتھ تشاد  
 نرگس کی نظر سے گر نہ جائے  
 جوئی نہ ہو محو عیب جوئی  
 رسوا نہ ہزار ہو گلون میں  
 گلچین نہ بچار باغ لٹے  
 مجکو یہ خیال ہے کہ یہ راز  
 داغ عصمت نہ ہو جو انی  
 اڑتی سی خبر جو اُس نے پائی  
 شعلہ سی بھڑک بھڑک اٹھی وہ  
 گلشن میں گئی خزان کی صوت  
 محو حیرت نہ کچھ پری تھی  
 ہے رشک سے اب تو غیر حالت  
 یارب اسی شکل باز و سے یار  
 وہ غیرت صد چمن برد و دوش

باسی پھولون کی دے نہ خوشبو  
 اندھانہ کرے یہ باولی چاہ  
 قابض نہ پری پہ ہو پری خوان  
 گل ہو نہ کہین چراغ گلشن  
 پامال خزان نہ یہہ چمن ہو  
 انگشت بلب ہو سرو آزاد  
 شبنو نہ اب انگلیاں اٹھائے  
 چنپا سے ملے نہ زرد روئی  
 ہو گل کی ہنسی نہ بلب لون میں  
 غنچہ نہ یہہ سر بھر لٹے  
 بے پردہ نہ ہو بہ پردہ ساز  
 قصہ نہ کہین ہو یہ کہانی  
 آندھی کی طح سے کی چٹائی  
 بجلی سی تڑپ تڑپ گئی وہ  
 دیکھا کہ وہ بت تھی غم کی موت  
 بارہوری کو بھی ششدری تھی  
 دل سے ہے دعا بعد کجابت  
 مرزا کے گلے کے ہون کجی ہار  
 عاشق کی بنین بہارِ آغوش

روزِی ہو وہ شب کہ زلفِ پیاں	باز وہ ہو سرِ بسر پریشان
وہ جان ہو ہکنا رتن سے	دل تازہ ہو گہتِ بدن سے

### چھٹی داستان

پوچھنا ملکہِ غیرتِ حور کا ملکہِ رشکِ پری سے سب اندر دگی  
 و خاموشی کا اور جواب دینا ملکہِ رشکِ پری کا بھولے پن سے  
 تا واقفیت کا اور دریافتِ حال کرنا ملکہِ غیرتِ حور کا سوسن  
 خواص راز دار سے اور بیان کرنا سوسن کا اک حکایتِ فریب  
 آمیز اور واپس جانا ملکہِ غیرتِ حور کا کوہِ قاف کو

کرنا ہے سکوتِ بت جو تحریر پیش آئی ہے سرِ نوشتِ تقدیر دیکھا رشکِ پری کو خاموش پہتا ہے جو خاموشی کا جامہ تحریرِ حروف کا ہے جو یا خاموشی سے اُسکی تنگ آکر کیا ٹوٹی نصیبوں پر قیامت	سکتے تین قلم بے شکل تصویر گم صورتِ بت ہوئی ہے تقریر تقریرِ قلم نے کی خاموش ترشی ہوئی ہے زبانِ خامہ خامہ کی زبانِ نہیں ہے گویا مادر نے کہا یہہ طیش کھا کر کیا آئی ہے دشمنوں کی شامت
---	--

کسو اٹے ایسی سزنگون ہے  
 کبخت کہین لبون کو واکر  
 منہ پھیر مری طرٹ اٹھا سر  
 کاکل کی طرح ہے کیون پریشان  
 رخ زرد ہے کیون ہوشم تناک  
 کیون جوش پہ ہے سرکباری  
 چھوٹی ہوئی ہے جو رخ بہاب  
 اڑتی رخ پر ہو ائیان بین  
 پڑزے پڑزے ہے جیب دوا  
 کعبہ رخ کو بنا دیا ہے  
 کس کی خاطر ہے سو پریشان  
 گلبرگ سے تر جو تھے لب تر  
 کالون یہ بچائی ہے اُداسی  
 بکھرے بالون سے رخ چپایا  
 کس زلف کے پہنچ کا ہی بچندا  
 آنکھیں بین کہین تو دل کہین  
 کیا کھو گیا سپنج مین ہے کس کے  
 آسیب ہے جن ہے یا پری ہے  
 بے طور ہوئے یہہ طور پیدا

اس پر دے مین کو نسا فون ہو  
 راونے ذرا جین جد اگر  
 کیون مہر سکوت ہے لبون پر  
 کیون صورت آئینہ ہے حیران  
 کل ہنستی تھی آج کیون ہو غناک  
 کیا غم ہوا سیری جان طاری  
 کس شکل سے دل ہوا ہی سیاب  
 ظاہر ہوتی بُرائیاں بین  
 صد چاک ہوا ہے کیون گریان  
 پردہ گیسو نے کیون کیا ہے  
 ڈالی الجھن مین کیون مری جان  
 کانٹے سے پڑی مین خشک ہو کر  
 دو بھول گلاب کے مین باسی  
 مہتاب پر ابیر غم ہے چھایا  
 بھولی سب کام کاج و ہندا  
 حیرت سے نظر سوئے زمین ہے  
 گم عقل ہے ایسی محویت سے  
 جادو ہے جنون ہو خود سری ہے  
 کروے نہ یہہ بیخودی زلیخا



آئینہ رخ نہوا ہے میل  
 اسے باؤ لی چاہ میں نہ پڑنا  
 تنگ آ کے نہ جامے سے گزرتا  
 حالت غم سے ہوئی رونی ہے  
 پڑتا ہی نہیں پری پہ سایا  
 اس روز سیہ کے خوف نے تھا  
 بو گل کی نہ تھی کبھی سونگھاتی  
 قمری کی دکھاتی تھی نہ صورت  
 گلشن میں جو بہر سیر جاتی  
 سوسن نے نہ سحر کر دیا ہو  
 نرگس کی نہ بد تظہر لگی ہو  
 شہنائی بجا رہی تھی شبو  
 پریش میں بہت کی گر جوشی  
 مان اُس کی جو تھی عقیل و ہشیار  
 سمجھی کہ یہ عشق کے ہن نیزنگ  
 آنسو کہ جواب ہر سخن ہیں  
 حق مافطِ حرمتِ بشر ہے  
 اس کلمہ سے پہنچ و تاب کھا کر  
 پاسخ یہ دیا میں غم کی ماری

سودے سے بنا ہے زلف لیل  
 پاداش ہے ایڑیاں رگڑنا  
 حرمت پہ مری نگاہ کرنا  
 دیکھیں قسمت میں کیا بدی ہے  
 کھلتا نہیں بہید یہ خدایا  
 پتلا مجھے وہ سہم کا بنایا  
 ببل کو کبھی نہ تھی سُناتی  
 پہنائی نہ ڈر سے طوقِ منت  
 صرصر کی طرح اڑا کے لاتی  
 چھپکے سے نہ ہنر بان کیا ہو  
 شبنم کی طرح مٹے نہ رورو  
 سُنتے سے نہ اُس کے گل کھلا ہو  
 پایا نہ جواب جز خموشی  
 اس فن میں کمالِ تجربہ کار  
 لب خشک پڑی ہیں زروہ رنگ  
 گویا عوضِ لب و دہن ہیں  
 ناموس میں عشقِ رخنہ گر ہے  
 اُس رشک پری نے تھلا کر  
 کیا جانوں ہے کیا جگر نگاری

کیا چیز ہے عاشقی کا سودا  
 اے مادرِ مہربان خدارا  
 پا کر یہ جوابِ غیرتِ حور  
 کب عشق چھپائے سے چھپا ہے  
 سو بخی دل میں کہ غیرتِ حور  
 جھنجھلا کے خواصون پر نظر کی  
 چپ دیکھ رہی ہو کیا نبی ہے  
 سوسن کہ خواص رازدان تھی  
 ہلو اگر اُسے بہ صد بہانہ  
 بہلا کے کبھی کبھی ڈرا کر  
 سچ کھ کیا رازِ دلبری ہی  
 تھرا کے لرز کے خوف کھا کر  
 دون وجہ بتا غم نہان کی  
 غارتگر روزِ لیلئے شب  
 کہوئے ہوئے کا کلِ سیہ فام  
 شانِ نون پہ پڑے دراز گیسو  
 رکھے ہوئے تلجِ ماہِ سر پر  
 انجم کی چٹنے جبین پر افشان  
 پہنے ہوئے حُلّہ مکمل

لیلانہی کس طرح زلیخا  
 طغنون کا ہنین جگر کو یارا  
 کہنے لگی خوب چشمِ بدور  
 شبِ رُو کا سراغ نقشِ پا ہے  
 پوشیدگی ظاہر ہے منظور  
 فرمایا کہ خیر تنے شد کی  
 خاموشی تمہاری دشمنی ہے  
 ہم عمر تھی اور ہمزبان تھی  
 منگو ا کے دکھا کے تازیانہ  
 فرمایا قریب اُسے بلا کر  
 اس شیشہ میں کونسی پری ہی  
 کی عرضِ ادب سے جھجکا کر  
 پاؤں جو امان اپنی جان کی  
 سرمہ کش طورِ جلوہ رب  
 صبح رخ کو کیے ہوئے شام  
 اور تابہ کمر و عنبرین مو  
 پہنے ہوئے زیورِ منور  
 رخ شعلہ نور سے فروغان  
 ڈالے ہوئے کہکشان کی پیکل

اوڑھتے ہوئے سر پہ چادر لوز  
 زہرہ کا لیے چراغ برکف  
 گلزار میں مسکراتی آئی  
 اُس شب کہ تھی غیرتِ شب قدر  
 مہتاب میں ہر روشِ خرامان  
 تلوون میں نہ تھی حسا کی لالی  
 کرتی ہوئی سیر ہر چمن میں  
 اک شمع نئی ہوئی تھی روشن  
 پروانے ہزار گر رہے تھے  
 پروانوں میں تھی پری بھی شامل  
 کرتی تھی وہ شمع رونظر ارا  
 پروانہ تھا اُن میں ایک خوش نگ  
 بے مثل بگانہ اور کیسا  
 بیتاب تھا بے قرار بیچین  
 بیباک تھا اپنی خود سری سے  
 شفات و صفا وہ لوحِ سینہ  
 جادو تھا کہ سحر یا فسون تھا  
 آتا نہیں کچھ سمجھ میں کیا تھا  
 گزرتے ہی کیا پری کو بے ہوش

سرتابہ قدم بھی ہوئی طور  
 ہمراہ لیے سجدہ کی صفت  
 شبنم کے گہر لٹائی آئی  
 اک ناز سے تھی وہ روکش بدر  
 پامال چمن چمن خیابان  
 سبزے کا تھا خونِ پایا لی  
 آئی وہ نگار انجمن میں  
 پر تو سے چمک رہا تھا گلشن  
 اُس شمع کے گرد پھر رہے تھے  
 جان بازوں کے مشغلہ میں شامل  
 اُن سوختہ دل جلے ہوؤں کا  
 تھی شکل پر اُس کی انجمن دنگ  
 تھا شمع کی جان وہ پتنگا  
 تھی شمع کی اُس سوزنیت وزین  
 فی الفور لپٹ گیا پری سے  
 پروانہ تھا اُس پہ یا نگینہ  
 آسیب تھا عشق یا جنون تھا  
 کیا جانے کون سی بلا تھا  
 اُٹھتے ہی ہوئی وہ شمع خاموش

اب شمع صفت پگھل رہی ہو گھلتا ہنیں کس میں مبتلا ہے یا سہم گئی ہے ڈر کے دلبہ اس میں ہنیں کچھ غلط بیانی یوں تو ہوں حضور کی خطا وار شکر یہہ منانہ غیرت حور کچھ سوچ سمجھ کے دل میں دانا	پروانہ کی شکل جل رہی ہے سایہ ہے نظر ہے بد دعا ہے کچھ دل ہی بگڑ گیا دہل کر سُن لیجئے اور کی زبانی جو دیکھے سزا وہ ہے سزاوار پر دے کی نظر سے ہو کے مجبور کہ قاف کو ہو گئی روانا
--	---

### ساتوین داستان

شرارت آمیز گفت گو سوسن کی ملکہ رشک پری سے درباب سیر  
بوستان اور ملکہ رشک پری کا جلکر کوشا گلشن کو صدمہ بھر داروین

گلشن کو جو کوسنا ہے منظور تپنچی سی ورق پہ چل گئی ہو ہر حرف کی دجیان اُڑائیں مضمون کے وہ لیے ہیں لے گلچین کا الم تو گل کا غم ہے سوسن نے کہا پری سو خوش ہو تھو وہ فریب کا نکالا	خامہ کی زبان زبانِ رنجور کیا کیا نئے گلی کتر رہی ہے ہر لفظ کی روڈیاں بنا دیں اُڑتے ہیں بخزان کے پتے خامہ کی زبان یہاں قلم ہے کیون کرتی ہوا بملول دل کو سر پر سے اجل کو پہنے ٹالا
---	--

منہ میں نرگس کے خاک ڈالو  
 حرمت نبی آپ کی مری جان  
 ہاں دورِ شرابِ ناب ہو پھر  
 گلشن کی چلو بہارِ لوثین  
 نرگس کی نظر کا تار ہوں پھر  
 پھر سو نگین چلو گل دریا حین  
 دیکھیں کوئی رنگ اور جہان کا  
 ہے لطف اسی میں زندگی کا  
 دنیا میں بہت پری بستر ہیں  
 جھنجھلا کے کہا پری نے کجخت  
 خوش آتی نہیں یہ خوش بیانی  
 شوخی پر تری غضب خدا کا  
 پروے میں گلوں کے آبلوں کو  
 جھاڑ و پھر جائے اس چمن میں  
 صرصر کے کچھ ایسا بیچ میں آئے  
 لالے کے لگاؤں منہ کو لو کا  
 سنبہ ہو جائے وقفِ پامال  
 بجلی گل کی گرے ہنسی پر  
 گلشن میں پڑو کہیں تباہی

سوسن کی زبان کو دسادو  
 اٹھو چلو پھر نکالین ارمان  
 تسکینِ دل کباب ہو پھر  
 آزاد ہوں قیدِ غم سے چھوٹیں  
 رشکِ گلِ نو بہار ہوں پھر  
 ڈھونڈیں کوئی اور تازہ گلپین  
 اکٹھیں ورق اور بوستان کا  
 درمان ہو جدید ماندگی کا  
 اکثر ہوئے ایسے خیر و شر ہیں  
 تیرا سا کہاں سے لاؤں دلِ سخت  
 بد بخت یہہ تیری بد زبانی  
 غم پاس نہ تیرے ہو کے نکلا  
 دکھلاتی ہے حیفِ دلِ جلون کو  
 خاک اڑنے لگے اس انجمن میں  
 پتا پتا چمن کا پتہ شائے  
 بیدِ مجنون کو بھی ہو سوکھا  
 یارب کہیں سرو کی کھینچے کمال  
 سنہ کا لا ہو چاندنی کا داور  
 پتے جھکین بھاڑ میں الہی

ہر شاخ شکوفہ کی تسلیم ہو  
 اُسجھے یا رب یہ عشقِ بیجان  
 بیل اسکی منڈھے نہ چڑھنے پائے  
 اس آبدہ شکل سے ہون جلتی  
 مہندی کی روش نے خون رُلایا  
 سوسن کی زبان جڑے کٹ جائو  
 آنکھیں نرگس کی بھوٹ جائیں  
 صبر ایسا پڑے گلون کی جان پر  
 اڑ جائے چمن سے نام بیل  
 جائے گل کاشش خار نکلے  
 قمری پہ خدا کرے یہ بیداد  
 میست پڑے گھر میں بلبوں کے  
 جو لمحے میں پڑیں یہ خاک بنیاد  
 کیڑے پڑ جائیں ہر شر میں  
 گلشن میں اکہی آگ لگ جائے  
 مرغان چمن حلال ہو جائیں  
 آنسو کی طرح ٹپک ٹپک کر  
 مردم کی نظر سے ہو کہ نہان  
 پھل پھول کے بار بار ہو جائیں

روزِ فردا کا دورِ غم ہو  
 سنبھل ہو جائے سو پریشان  
 انگور کی تاک جھانک جائے  
 لکڑے خالق یہ چڑھ کے بھٹی  
 رنگ اس کا نہ اب جمے خدایا  
 بدگو غیبت کا اپنی پھل پائے  
 چھکے گلچین کے چھوٹ جائیں  
 پھکتے رہیں تربتِ بتان پر  
 مٹ جائے کہیں یہ قصہ گل  
 کچھ تو دل کا بخار نکلے  
 پیوندِ زمین ہو سروِ آواز  
 جھلسا لگے منہ کو ان گلون کے  
 شمشاد ہو یا کہ سروِ آواز  
 باند اگلے ایک اک شجر میں  
 جل جل کے یہ گل چراغ کہلاے  
 مرمَر کے یہ پایاں ہو جائیں  
 شبنم اڑ جائے سرِ ٹپک کر  
 چشمہ ہو جائے آبِ حیوان  
 انسان کی نظر میں خار ہو جائیں

اے چنچ ستم کرایسا ایجاد دام صیاد کو رسا کر نخنچہ کما دین ہو پرنز بیداد گل شمع ہو بعدِ روسیابی اُجڑے گلشن پہ نامِ مٹ جاؤ گلزار وہ انقلاب کھائے پلٹے وہ خزان اس انجمن میں آئے نہ بہار پھس چمن میں	گلزار کی خاک تک ہو برباد بلبل کو قفس سے آشنا کر سوسن کی زبان پر ہو فریاد شمعِ مدفن بنے الہی دشت ویران پہ بلغ کھلائے دستِ گلچین میں خاک آئے آئے نہ بہار پھس چمن میں
--	--

### آٹھویں داستان

روانہ ہوتا شاہزادہ ماہِ رخ کا طرفِ مایچین کے اور پہنچنا باغ  
ملکہ مہر انگیز میں عاشق ہونا ملکہ مہر انگیز اور دلا رام خواص کا شاہزادہ  
پرویا نہ بننا شاہزادہ کا اور رازِ ظاہر کرنا دلا رام پر پھر روانہ  
ہوتا شاہزادہ کا طرفِ ملک و ثقاف کو واسطے انکشافِ حال کے

ہاں خامہ گلستانِ روان ہو چلنے میں ہے ہمتِ قلمِ پست خامہ نے جو کی شکوفہ کاری راہِ مقصود پیشِ پاس ہے	پہہ دشتِ نمونہ جنان ہو صفحہ ہے کہ وادائی کفِ دست صحرا میں ہے موسمِ بہاری یون پائے قلمِ روان ہو اسے
---	---

وہ رونق کار گاہ ہستی  
 وہ عشق کا مبتلائے آلام  
 وہ باد یہ گردِ رہ نور دی  
 راہی ہو اراہِ شوقِ مین تیر  
 اک بت نے تھے ولیوں جان  
 رہز و تھا طریق بے کسی مین  
 کٹنے مین بہاڑ تھا بیا بان  
 کہا نا وہاں داغ تھا جگر کا  
 کھا کھا کے وہ زخمِ دل تھا جیتا  
 سرِ شنگی سے بگو کہ آسا  
 آزار اُٹھا کے سوطِ ج کا  
 ملے کر کے وہ واہ تھی بلا خیر  
 آیا جو قریب شہر دیکھا  
 ہر کنگرہ آدمی کی صورت  
 سر دیکھے بھائیوں کو رویا  
 زور و سکے ہو اوہ داخل شہر  
 اُس پانی مین گردِ رہ نہائی  
 دن بھر تو پھر اکیا وہ ناکام  
 سو سچا کہ شب اس طح بسر ہو

اوج و شرف بلند و پستی  
 شہنشاہِ ماہِ رخ گل اندام  
 آگے کو بڑھا پیاے مردی  
 تھار و زِ فراق اُس کا شبِ دیز  
 قالب چلتا تھا بیدل و جان  
 رہبر ہو اشوق بے بسی مین  
 رشکِ کفِ دست تھا وہ میلان  
 پیچے کو وہاں تھا آبِ زہرا  
 پانی کر کے لہو بھٹا پیتا  
 پھر مین وہ راہ کے پڑا تھا  
 جنگل چل پھر کے اُس نے کاٹا  
 پہنچا بسوا و مہر انگیز  
 اک قلعہ نیا نیسا تا شا  
 ہر چہرہ سے آئینہ کدورت  
 قسمت کی بُرائیوں کو رویا  
 لائی اُسے چشمِ تر لب نہر  
 یون نہر کی آبر و بڑھائی  
 پہنچا اک کو چہ مین سرِ شام  
 تا صبح بلانہ کوئی سر ہو



اک پیر سے ہو گئی ملاقات  
 بانو کے ضعیفہ زو جہ پیر  
 شہزادہ سے بولی ہو کے خوند  
 آنکھوں میں عزیز ہو تر اگھر  
 رونق گھر بار کی مرے ہو  
 پردیس میں بسکہ تھا وہ مجھ پر  
 آخر وہ گل شگفتہ خندان  
 کرتا پھرتا تھا سیردن بھر  
 تارے گستاخا شب کو گھڑین  
 سودا جو تھا غلط آب و گل میں  
 ایوان سکندر می کو دیکھو  
 نکلا گھر سے جو عرصہ سا  
 چارون طرف اک نظر سے دیکھا  
 دیکھی جو نہ راہ کی کوئی شکل  
 چشمہ آنکھوں نے اک دکھایا  
 در ماندہ کا دافع کدورت  
 ہر گل کو تھی دل سے چاہ اُس کی  
 سو سچا ہے تلاش راہ پیار  
 یہ بھر جو اشک سی ہی ہے

گھر میں اُسے لاکے کی مدارات  
 اولاد کی فکر سے تھی دلگیر  
 مادر مجھے گر کہے تو نہ زرد  
 پتلی سا تور و بر و پھر اگر  
 زینت دل زار کی مرے ہو  
 ناچار کیا یہ قول منتظر  
 رہنے لگا جیسے دل میں امان  
 اُس شہر کی مثل مہر انور  
 وہ ماہ محبت مہرین  
 آیا یہ خیال اُس کے دل میں  
 دیوانہ کی خود سری تو دیکھو  
 اقبال سا پیش مسئلہ آیا  
 پر کار کی شکل پھر کے دیکھا  
 کہوئے گئے ہوش گم ہوئی نقل  
 آنسو کی طرح اُس نہ رہا تھا  
 لبریز تھا جام مئے کی صورت  
 گلشن سے تھی رسم و راہ اُس کی  
 اس فکر میں ہو عبث گرفتار  
 اک ہل طریق زہر دی ہے

غوطے ہم شکرین نہ کھاؤ  
 تشنہ ساکنار ہنس آیا  
 پوشاک نے جب کیا کنارا  
 موتی ساتن آب میں نہایا  
 لہریں موجوں کے ساتھ لیکر  
 اک سو پنج میں اُس نے سر دیکھا  
 پتوں سے تھرکا نور چمن کر  
 فراش جنان نے یا خدا یا  
 لالہ پہ تھی شبیم مقطر  
 جگنو نہ تھے ہنر کے کنارے  
 نرمیت پہ چمن کی ہو کے شیدا  
 نظر رہ ہوا تما مجو جیس  
 کیونکہ ہو بیان وصف گلشن  
 بوٹا سا وہ غیرت صنوبر  
 گلگشت میں تھا چمن چمن کی  
 کہتا بربان تہہ آمیز  
 دیکھا تو مکان کہیں کو دیکھو  
 کاہش لیے خواہش نہان کی  
 پہنچا ایوان کے جب برابر

غوطہ اسی نہر میں لگاؤ  
 ملبوس کو میل سا اُتارا  
 پردے کو تھا پاٹ کا سہارا  
 پانی نے حباب سا پہنچایا  
 پہنچا گلشن میں وہ گل تر  
 اک وجد میں وان تدرود دیکھا  
 گرتا تھا صحیفہ چمن پر  
 کنو اب کا فرش تھا بچھایا  
 یا قوت پہ یا جڑے تھے گوہر  
 چھٹکے ہوئے تھے زمین پہ تارو  
 طاؤس خیال ناچتا تھا  
 چشم بینا تھی چشم نرگس  
 منہ میں ہے مرے زبان سون  
 وہ سرور وان ہنسا ہو کر  
 تھی گل کو تلاش گلبدن کی  
 قاتل ہے کہان وہ مہر بخت  
 انگشتی کے نگین کو دیکھو  
 کرتا ہوا سیر بوستان کی  
 اک بیچ میں دیکھا ماہ پیکر

عیشِ دل و راحتِ نظارہ  
 حُسنِ رخ کا یہہم پر تو اتھا  
 اشدِ رے حسن کا اوج بالا  
 دل کر دیا نذر اک نظر میں  
 اُس مہر کا ماہ کر کے دیدار  
 چھپ چھپ کے نظر بچا بچا کے  
 دیکھا لبِ نہر کج اشجار  
 غنچہ میں بہار سا گیا وہ  
 پتوں میں چھپا شرکی صورت  
 دلبر تھی خواص ایک کم سن  
 جامِ زرین لیے وہ دلجو  
 سایہ پانی میں ایک دیکھا  
 پانی میں تھا آدمی کا سایا  
 چشمہ سے وہ خالی ہاتھ پہرائی  
 زقار کی پائی جو نئی چال  
 گجرا میں خواصین دیکھ گریان  
 چھاتی سے لگا لیا کسی نے  
 چمکار کسی نے پیٹ ٹٹوئی  
 گیسو جو پڑے ہوئے تھے پر

اقبال کی یا جبین کا تارا  
 ہر پایہ ستونِ تھار و نشی کا  
 ہر حلقہ در بنا تھا ہالا  
 اک در و لیا نیا جگر میں  
 دن کی صورت پھر اگن قرار  
 آہستہ قدم بڑھایا آگے  
 آرایشِ نہر حُسنِ گلزار  
 اک نخل پہ پھول سا چڑھا وہ  
 پیدا نہ ہوتا کہ شرکی صورت  
 ڈر جانے کی عمر خوف کے دن  
 پانی لینے گئی لب جو  
 لہریں لہروں میں لے رہا تھا  
 دلبر کے لیے پری کا سایا  
 پانی آنکھوں میں ڈر کے بھرائی  
 پوچھی ہر اک نے صورتِ حال  
 زلفوں کی طعہ ہوئیں پریشان  
 رخ پر بوسہ دیا کسی نے  
 دیتی تھی او سے دلا سا کوئی  
 کرتی کوئی شوخ تھی برابر

گو دمی میں کوئی اُسے اٹھاتی  
 آنکھوں سے کسی نے پونچھے آنسو  
 پھولا ہوا اُس کا دیکھ کر دم  
 صورت جو غشی نے کچھ دکھائی  
 کیوڑے کو گلاب میں ملایا  
 باہم کرنے لگیں یہہ چرچا  
 لائی جب ہوش میں طبیعت  
 بولی دلبر سے مہرا نگیز  
 کیسا تھا یہ غش کہا کہ ہیبت  
 نیرنگ قضا عجیب لائی  
 چشمے میں کوئی سما گیا ہے  
 مچھلی کی طرح ہے بقیہ راری  
 شعلہ کی طرح سے ہے بھڑکتا  
 زاید نہیں عرض کی ضرورت  
 میرا ہی سا اُس کا حال ہوگا  
 دیکھے دلبر کے جب یہہ نیرنگ  
 رعنا سے کہا کہ جا خیر ملا  
 اک دم میں گئی وہ اور آئی  
 پانی میں ہے عکس آدمی زاد

تھی اور نہی کو کوئی اڑھاتی  
 چھڑے سے کیا غبار یکسو  
 کرتی نا دِ علی کوئی دم  
 اک طاق سے شیشہ جلکے لائی  
 چھینٹے دیکر اُسے پلایا  
 چشمے کا بدل گیا ہے نقشا  
 شہزادی سے عرض کی حقیقت  
 سامان ہو گیا یہہ وحشت انگیز  
 پوچھا کہ سبب کہا کہ وحشت  
 ان آنکھوں سے اپنے دیکھ آئی  
 ہمزاد کوئی نہ سار ہا ہے  
 اک دم میں اُسے ہزار باری  
 آئینہ ہے آب میں جہلمکتا  
 دیکھے کوئی جا کے اُس کی صورت  
 جینا اُس کو و بال ہوگا  
 حیرت سے وہ شمع ہو گئی رنگ  
 پانی کیسا یہہ رنگ لایا  
 یہہ شستہ زبان زبان پہ لائی  
 صورت میں بشروہ ہے پرزاد

یہ سُن کے طبیعت اُس کی لہرائی  
انداز سے پھر اُٹھا کے دامن  
تھے چاہ کے دان جو کچھ اشارے  
دیکھی جو مجسم اپنی تقدیر  
گھبرا کے کہا کہین خدایا  
چمکا مری نہر کا ستارا  
یا مردم چشمِ نضر کا ہے  
ہوتا یہی ظاہر ہے روشن  
کس مہر کا عکس یہہ پڑا ہے  
بیتا بی دل سے ہو کے قیاب  
جس سرو کا یہہ پڑا ہے سایا  
ایما کو سمجھ گئی وہ دانا  
ہر شلخ میں ڈھونڈتی تھی ہر  
تپے تپے میں ڈھونڈ ڈالا  
اُس کنجِ شیخ میں شکلِ بیل  
پوشیدہ پر ہی بشر کو دیکھا  
اک ہاتھ میں اُس کلمے لیا ہاتھ  
ایوان میں اُس کو لیکر آئی  
دیکھا تو جو ان تھا سرقاقت

اُس شکل کے دیکھنے کو للچائی  
مشتاق اُٹھی پٹی خرامان  
پہنچا دیا شوق نے کنارے  
آبی شیشہ میں شکلِ تصویر  
ہمراہ کا میرے ہونہ سایا  
پانی دیکھو بنا ہے تارا  
طرفہ گل نیلو فر کھلا ہے  
پانی میں ہے برق پر تو لگن  
کس چاند نے کھیت یہ کیا ہے  
رعنا سے کہا بچشمِ پُر آب  
اُس سائے کے سرو کو ابھی لا  
نکلی تہلاش سرو رعنا  
ہر پھول کی سو گنتی پھری بو  
اُس پھول کو ڈھونڈ کر نکالا  
اُس غنچہ میں صورتِ زیرِ گل  
جلوہ گستر متہ کو دیکھا  
مجرم کی طرح سے لے چلی ساتھ  
اُس ماہ کو مہر پاس لائی  
کافر تھی ہر اک ادا قیامت

رنگ اپنا جو مہرنے جمایا  
 کہنے لگی دل میں چشم بد دور  
 اک مہر سے بولی مہر انگیز  
 حالت ہوئی تیری کیون دگرگون  
 سودائی ہے کس حسین شے کا  
 کس قطع کا دل فریفتہ ہے  
 کس سر کی بلا ہوئی ترے سر  
 دیوار کو در کو تک رہا ہے  
 ہشیار ہو کچھ تو منہ سے بولو  
 کیونکر آئے ہو راہ پا کے  
 اب دست جنوں سے بچکے سمجھو  
 کیا کام یہاں ہے تیرا خود کام  
 یہہ سن کے وہ سوچا دل میں جا نگاہ  
 دانائی نے کی جو غمگساری  
 کرنے لگا وحشیانہ تقریر  
 سینے مرے دل کی حالت زار  
 غمقا سے لڑی نظر ہماری  
 دیکھا ہے میں کیا کہوں کہ کیا کیا  
 اشیاء کا ذخیرہ مہربان ہے

وہ مہ دل مہر میں سما یا  
 صورت ہے کہ پڑ ہیئے سورہ نور  
 کیون حال ہے تیرا درد آمیز  
 کس شکل کا تو بنا ہے مجنون  
 ہے نشہ یہ کس طح کی محکا  
 کس وضع کی جان شیفتہ ہے  
 کس زلف کے پہنچ سے ہے غطر  
 اک ایک حسین کو گھورتا ہے  
 کیا قصد ہے خیر سے کہو تو  
 ہاتھوں سے جنوں کے یا قضا  
 پنچے میں قضا کے پھنس گئے ہو  
 کیا نام ہے کچھ نشان دے گنام  
 پنچے کی نکالے کوئی راہ  
 دیوانہ بنا بہ ہوشیاری  
 کہنے لگا دل میں ہنکے دلگیر  
 سودے کا ہے نقد دل خیر  
 رہتی ہے ہما کی یاد گاری  
 آنکھوں میں متا شاپلیو کا  
 یہہ حسن فروش کی دکان ہے

ہے جنبش لب کا مجھ کو آزار  
 لونڈی کی بھی ہے مجھے ضرورت  
 تقریر کرو نہ اس میں تحریر  
 سودا کرو نہ نقد دام لے لو  
 اُس گل کی مٹی اک خواص گلفام  
 بولی کہ سُن اے مری دلارام  
 پیاری مری دل کا ہے یہ پیادہ  
 پھولوں کی طرح اُٹ پٹ کر  
 جہاں ہے ہدیہ خدا ہے  
 شکوہ نہ شکایت جفا ہے  
 دیوانہ ہے میرا سر و آزار  
 محبوب ہے کرے جو یاد لیلہ  
 فرما دھشت نہ تیش کھائے  
 دیوانوں کے طور پر نظر بند  
 قسمت نے جنوں کے بہانے  
 مٹی موج ہوا ہے شوقِ بخیر  
 پیوستہ بجائے طوقِ آہن  
 بیڑی گردابِ بحرِ الفت  
 آسان ہوئی سختی اسیری

تصویر کی خامشی ہے درکار  
 گر تم میں ہو کوئی خوب صورت  
 باتیں کرتی ہوئی ہو تصویر  
 جو تم میں حسین شے ہو دیدو  
 آرام دل و جگر دلا رام  
 دیوانہ ہے میرے دل کا آرام  
 آنکھوں کا سبھکر اُس کو تارا  
 رکھنا اسے صورتِ گلِ تر  
 مجبور ہے رحم کی یہہ جا ہے  
 پابند و فانیہ بیوفا ہے  
 قمری کی طرح سے رکھ اسے یاد  
 شریں صفتی سے دے دلاسا  
 جانِ شریں نہ یہہ گنوائے  
 رکھنا اسے گھر میں بند در بند  
 قید اُس کو کیا کھلے خزاں سے  
 خمیازہ کا کھن کر دگیہ  
 تھا حلقہ زلفِ طوقِ گدو  
 جاگیر و وثیقِ تربت  
 ہتکڑیوں نے کی جو سنگری

مہمانِ تھانیا نیا تھا سامان  
 شورش کے خیالِ پُر خطر سے  
 اچھن مین یہہ پڑ گئی تھی اچھن  
 وان فکر رہائی مین وہ کیچند  
 ہاتھ اک تہہ سنگ اک گلوگیر  
 تکلیف سہی پڑی اٹھائی  
 زندان مین رہا وہ شاد ہو کر  
 تھا مہر کے بس مین بے بسی سے  
 پیدا ہوئی صورتِ رہائی  
 شہزادے کی زلفِ دام و دام  
 آخر ہوئی صبر کی رفاقت  
 کہنے لگی ماہِ رخ سے گلفام  
 وارفتہ کیا ترے جنون نے  
 میرا دل مبتلا تری عقل  
 خواہش سے جگہ جو دل مین پاؤن  
 جیتون مین خاک کی نعل بازی  
 تقدیر یون ہی ہوئی ہے جاری  
 سہیچا شہزادہ گل اندام  
 جیل ہے نہ ہے زمانہ سازی

تھا بند مین جسم دروین جان  
 پابند تھا قید کی نظر سے  
 پائے رفتن نہ جائے ماندن  
 اندھون کی طرح رہا نظر بند  
 اک پاؤن گل تھا اک بنہ بنجیر  
 سختی جھیلی کڑی اٹھائی  
 نہ بنجیر کا خانہ زاد ہو کر  
 رہنے لگا ماہ بے کسی سے  
 قسمت سے نصیب نے بنائی  
 دامِ دل مضطرب و لا رام  
 باقی رہی ضبط کی نہ طاقت  
 مین تیری ہون تو میرا دل آرام  
 سرگشتہ کیا ترے فسوں نے  
 جاتے رہے دونوں مہر کی گل  
 مانند زمانہ رنگ لاؤن  
 قسمت سے کروں مین کار سازی  
 مین دل کی طرح سے قول باری  
 عاشق ہوئی یہہ خواص خود کام  
 کھلتا ہے یہہ رنگ عشق بازی



باتوں سے بے ہوشے داغ پیدا  
 موقع یہ عجیب نہیں کہ پائے  
 بولا کہ سن اے خواصِ دانا  
 گردن سے جو بندِ دام نکلے  
 ہشیار دن کی گفتگو چائی  
 اے بار خدا ہے شکر تیرا  
 مہرِج سے کہا سن اے گلِ تر  
 آنکھوں سے اگر اشارہ پاؤں  
 مہرِج نے کہا سن اے دلارام  
 مقتول ہوئے ہیں میرے بھائی  
 کیسا ہے سوالِ میرا بیگنہ  
 شکر یہ کلامِ وحشتِ انجام  
 اک سوچ میں سرنگون ہوئی وہ  
 پھر دل کو سنبھال کر ہوشکل  
 کس غم میں ہوا ہے مبتلا تو  
 درپیش ہے ہفت خانِ رستم  
 سرشتہ پھرے گا تاف تا تاف  
 عقدہ یہ وہاں کھلیگا جب کہ  
 مت جانِ عزیز کو گنوا تو

جلتا ہے دلِ کبابِ شیدا  
 صورتِ بگڑی ہوئی بنائے  
 کہنا ترا دل سے میں نے مانا  
 ارمان کے ساتھ کام نکلے  
 خوش خوش یہ سخن زبانِ پہلائی  
 مہنون نہیں ہے قیس میرا  
 لونڈی ہوں تری کنیرے زہر  
 تارے میں فلک کے ٹوڑ لاؤں  
 شہزادہ عجم کا ہوں میں ناکام  
 ہے خواہشِ انتقامِ لائی  
 کیا اُس کا جواب ہے دل آویز  
 تشویش زدہ ہوئی دلارام  
 گم ایسی ہوئی کہ کھو گئی وہ  
 یوں کہ کدھر گیا ترا دل  
 کس خام خیال میں پڑا تو  
 ہے جان کے جانے کا مجھے غم  
 جانا تجھے ہو گا ملک و آفات  
 اس عزم سے باز آ تو بہتر  
 آفت میں نہ آپ کو چننا تو

اس راہ کی وہ کڑی ہے منزل  
 وان جل کے وہوان ہوا ہے بادل  
 پستی میں فلک زمین وہاں ہے  
 وان فکر کو بھی نہیں رسائی  
 آفت کائنات ہے اندھیرا  
 ظلمت کے وہین پڑے ہیں دیر  
 آفات کے وان گڑے ہیں جھنڈے  
 دیکھا نہیں وان ہوا کو چلتے  
 شیر و ن کی وہاں چلی نہ شیریں  
 دیران کر و حنائے سلاسل  
 حاضر ہے یہاں جو ہو ضرورت  
 نکلنے کا نہیں کسی پر یہہ راز  
 بیخوف رہو ضرر نہ ہوگا  
 ضامن ہوں کسی کا ڈر نہیں ہے  
 خواہش یہی جستجو یہی ہے  
 ہر شب تو بغل میں اے قمر ہو  
 مہر خنے دیا جواب ہنسکر  
 انسان اگر نہ ہو ہر اسان  
 شامت سے نہ آئین گر بُرے دن

درپیش ہے وہم کو بھی مشکل  
 وان پائے خیال ہو گئے شل  
 سختی میں زمین آسمان ہے  
 جا کر نہ کبھی نظر پھر آئی  
 ظلمات کائنات ہے اندھیرا  
 وان خضر کے بھی ہوئے نہ پھیرے  
 عاہات کے بج رہے ہیں ڈنکے  
 بہن موج ہوا کے بل نکلتے  
 دل باختہ ہے وہاں دلیری  
 آباد کرو یہہ حنائے دل  
 پوشیدہ رہو نگہ کی صورت  
 سوسن بھی یہاں نہیں ہے غماز  
 اندیشہ کا یاں خط نہ ہوگا  
 یاں وہم کا بھی گزر نہیں ہے  
 حسرت یہی آرزو یہی ہے  
 کس عیش سے زندگی بسر ہو  
 ہوتے نہیں پنختہ کا مضطر  
 دشوار ہو سہل مشکل آسان  
 ممکن ہے کہ ہو محال ممکن

<p>کاکل کی زکات ہے اندھیرا ہمت سے کمر جو کس کے باندھو سو قوف اگر رہے تو بھتر تشویش میں لطف وصل کیا ہے گو آج میں ہوش سا ہون جاتا بولی وہ خواص خیر جاؤ خواہش رہی جو کاپ ادھوری مہر خ نے کہا کہ بے تامل سو گند ہوا نہیں کہ کہاؤں سکندر یہ کلام ہو کے و شاد شہزادہ نے جب قدم اٹھایا رجحیرے کہہ کے خانہ آباد گلچین کی طرح سے شاد گلرو ماچین سے اٹھا جو آب و دانہ یا قسمت دیا نصیب کہہ کر</p>	<p>عاشق کی برات ہے اندھیرا گردون کے ابھی دھوپن اڑاؤں ارمان ترے دل کا وہیسی پر وصل پس ہجر کا مزا ہے تقدیر سا کل پلٹ ہون آتا پر غم کی طبع مستم بھی کھاؤ ہنگام مراجعت ہو پوری بتیاب نہ ہو تو شکل بے لیل میں وقت نہیں کہ پھر نہ آؤں اُس گل نے کیا وہ سرورِ آزاد غش صبر کے بدے اُسکو آیا زندان سے چلا وہ خانہ بڑو نکلا گلشن سے صورتِ بو اک سمت کو ہو گیا روانہ راضی برضائے یار رہ کر</p>
---	---

### نورین داستان

بتیاری ملکہ رشک پری کی ہجر محبوب میں اور نامہ لکھنا اُسکا  
ماہ رخ کو اور روانہ ہونا سوسن کا قاصد نیکر تہلاش شاہزادہ

ہاں اے مرے غم نگار خامہ  
 مضمونِ جدید ہوں متلم بند  
 اک لکِ خوبرو سینه بریان  
 لعل ویا قوت ہوں درِ اشک  
 ہاں خامہ سینه شق ہو تھویر  
 وہ آتشِ بھجر کی سمندر  
 وہ ما پٹی آبِ پنجبِ غم  
 وہ درد کشِ فراقِ محبوب  
 وہ ولبر و لرزائے مفتون  
 وہ یوسفِ چاہِ غم نہ لہجہ  
 وہ رشکِ مہ دو ہفتہ طلعت  
 از بسکہ جنون کی ابتدا تھی  
 سر پاؤں سے تھانہ کچھ سروکار  
 بے سازِ نوا تھی بے سرو و برگ  
 بے صبر تھی بے قرارِ بھل  
 نا جنس کی دل میں تھی محبت  
 اک زلف سے سلسلہ ملا تھا  
 ہاں فلن گلو جو تھی چسپا ہ  
 آنسو صفتِ قصا تھے جاری

پُرورد و رستم ہو ورنہ نامہ  
 اہلِ قلمِ جہان ہوں دم بند  
 ہو ورنہ فراق سے جو گریان  
 کھائیں عدن و یمن بہم رشک  
 احوالِ جگر نگار و دلیگیر  
 بحرِ غم و درد کی مشناور  
 بے آب وہ ما پٹی لبِ یم  
 وہ باختہ دل حواسِ سلوب  
 وہ لیلیٰ دلنوا زِ مجنون  
 یعنی رشکِ پری شیدا  
 کاش سے ہوی ہلالِ صوت  
 نامحرم محرم و ردا تھی  
 آزار سے خوش خوشی سے نیاز  
 کرتی تھی مدامِ دعوتِ مرگ  
 بیتاب تھی بدحواسِ بیدل  
 ہمجنس سے ہو گئی تھی نفرت  
 زنجیر کا اُس کو حوصلہ تھا  
 تھی حلقہ بگوشِ طوق وہ ماہ  
 ہزار نکمہ تھی ابرہہ نو بہاری

وہ پھول سا رخ لیے تھانزدی  
 تھی صورت چشم آپ بیمار  
 مانسہ کمرہ کھو گئی تھی  
 خود جلتی وہ اور کوجلاتی  
 بیٹھی وہ اگر تو نقش پا تھی  
 اک حشر کیا تو جب کرا تھی  
 کھاتی تھی غم و الم خوشی سے  
 رہتی تھی لہو کے اشک پی کے  
 طعنہ سنتی تھی سب کے خاموش  
 بے شور و ہن تھاول تھا بے شور  
 کہنا نہ کبھی کسی کا مانا  
 شکوہ زندان سے تھی یہ کرتی  
 وحشت سے کہا تو ہی خدا را  
 جا کر بجزو عشق خود کام  
 حضرت کی جو ہے کنیز خاںسوز  
 یہ غم ہے یہ رنج ہے یہ ہنس  
 ان پاؤں میں بیڑیاں نہ پڑنا  
 بیڑی زنجیر طوق آہن  
 بیڑی ہے نہ طوق ہے نہ زنجیر

یا قوت سے لب تھے لاجوردی  
 سرتابہ تدم تھی شکل آزار  
 خود اپنی مستم وہ ہو گئی تھی  
 آہن کو تھی موم سا گلانی  
 پھر اٹھنے کے نام سے خفا تھی  
 طوفان بلا اٹھا کر اُٹھی  
 یا اُس کو غم و الم تھے کھاتے  
 یا اشک لہو تھے اُس کا پیتے  
 گویا کہ نہ رکھتی تھی لب و گوش  
 زندہ تھی مگر وہ زندہ درگور  
 وہ اک طرف اک طرف زمانا  
 میرے ہی لیے نہ کیا جگہ تھی  
 تکلیف کرا اس قدر گوارا  
 پہنچا یہ پس سلام پیغام  
 اُس سوختہ جان کو ہر شب و روز  
 سامان جنون ہوا نہ پا بوس  
 بے لطف ہے ایڑیاں رگزنما  
 پانزیب جنون ہے حسن گردن  
 پابندی رسم ہے گلو گیسر

برگشتہ زمانہ کی طرح ہے  
 اُس جو رنے (جو کہ تھا مرا کام)  
 کیون ہوتے صنم بین جو پیشہ  
 بیکار ہے اب یہ سب پس و پیش  
 عبرت ہو تباہ دل شکن کو  
 کس سے کہوں آہ کیا ہے در پیش  
 اک دل مرا اور یہ دردِ بید  
 جیسا مراد لہو ہے دشمن  
 نیز نگ جنون یہ رنگ لایا  
 موباف سے بال کچھ مکالے  
 تارِ رگ جان سے اُنکو باندھا  
 کچھ رنگ کے واسطے جو چاہی  
 کچھ صبحِ فراق نے سفیدی  
 درکار ہوا جو مشکِ اذفر  
 لیتی نہیں کس لیے مینِ دلِ تنگ  
 زردی کے لیے مٹی بانفشانی  
 غش نے آکر فسوں کیا کچھ  
 سرخی خونِ جگر کی لیسکر  
 سزا مدہ پہ کھینچی اپنی تصویر

دنیا کی بھی کیا نئی طرح ہے  
 میرا ہی مت کام کر دیا کام  
 اک دن یہی دل یہی ہے تیشہ  
 مشیت پسِ جنگ و کلاہِ خویش  
 در پیش ہے چاہ چاہ کن کو  
 قہرِ درویش و جانِ درویش  
 سنگ آمد و آہ سخت آمد  
 منِ دائم و دانداینِ دلِ من  
 نقشہ تصویر کا جمایا  
 پالے ہوئے آستین کے کالے  
 تصویرِ ساموتِ لم بنایا  
 دیدی شبِ بھرنے سیاہی  
 اُس ماہِ اسیرِ غم کو دیدی  
 کہنے لگی دلِ مینِ شاد ہو کر  
 رخسار سے خال خال سے رنگ  
 کام آیا وہ رنگِ زعفرانی  
 نیل لبِ نیلگون دیا کچھ  
 ہاتھوں کو دعائے خیر دیکر  
 ہم صورتِ سرِ نوشتِ تقدیر

<p>یہ حالتِ زاریوں دکھائی تصویر کا وصف کیا رقم ہو گو تا یہ نظر سے تھی مسل تصویر ہوئی جو کھینکے تیار</p>	<p>تصویر وہ آئینہ بنائی جب بالِ پر می کا موتلم ہو پر کھائے ہوئے تھی ناز کی بل نامہ یہ لکھا باشکِ گلنار</p>
نامہ	
<p>اے سوجھ بوجھ زِ خود نمائی اے راحتِ جانِ خستہ حالان اے باعثِ لطفِ زندگانی اے موجبِ ارجمندیِ دل امیدِ امیدوار تو ہے ہے زخمِ دل و جگر کا پھسا ہا تو با و صبا میں غنچہ تر میں غنچہ دہان تو شمعِ تقریر تو رنگ و بہارِ آرزو ہے گلچین تو مری بہار کا ہے جو غم کہ ملا ہے میری جان کو ہو تا یہ وہودانِ سمٹ کے پانی رخصت ہوئے صبرِ قباب و طاقت احباب بھی کر گئے کنار</p>	<p>وے ماہرِ مرزدلر بانی آرامِ دل شکستہ حالان سہ ماہیہ عیش و کامرانی اے باعثِ سر بلندیِ دل صبرِ دل بے قرار تو ہے مردمِ مری چشمِ منتظر کا تو نیک و بہا میں لعل و گوہر میں شمعِ مرادِ دل تو گلگیر تو دار و مدارِ جستجو ہے پتلا مری جانِ زار کا ہے منا جو زمین و آسمان کو بر بادِ محی خاک کی کہانی ہے ہے نہ خرد نے کی رفاقت صحبت نہ ہو می مری گوارا</p>

برگشتہ ہوا مرا زمانہ  
 مادر نے پدر نے اقربا نے  
 اس سوز و گداز متصل سے  
 بیدار کہاں کی دشمنی ہے  
 کیا تجھ کو ملا بتا ستمگر  
 پہلے تو کہا مرا نہ مانا  
 اب آپ کے کیون جو اس میں گم  
 خود کردہ ہمتھار اپیش آیا  
 بس اتنے ہی میں یہ چھلکے چھوٹے  
 جو غم کہ نصیب دشمنان ہے  
 اعمال کی آپ کے خزاں ہے  
 ہر حلقہ زلف اک کڑی ہے  
 پریش کہ مذاق ہر بشر ہے  
 درود دل میں بتاؤں کیونکر  
 کس کس کو بتاؤں کیا ہوا ہے  
 باقی جو نہ رہتی ضبط کی تاب  
 کس واسطے مجھ پہ یہ جفا ہے  
 اس طعنہ زنی پہ خاک ڈالو  
 اگر خونِ بگرے چشمِ نم میں

بیگانہ بنا جو تھا یگانہ  
 سب نے چھوڑا نہیں خداتے  
 جل جل کے یہ کہتی ہوں میں لے  
 اب درد سے جان پر نبی ہے  
 ناکردہ خطا مجھے پھنسا کر  
 اُلفت کو پس ایک کھیل جانا  
 کھوئے گئے کس خیال میں تم  
 جو تھے کیا دھڑکتا پایا  
 سمجھو نہ ابھی کہ سستے چھوٹے  
 جو درد و محیط جسم و جان ہے  
 افعال کی آپ کے سزا ہے  
 زنجیر سی پاؤں میں پڑی ہے  
 نشتر بجا احتِ جگر ہے  
 داغِ دل میں دکھاؤں کیونکر  
 کس کس سے کہوں کہ عشق کیا ہے  
 بلکہ کہتی چشمِ پُر آب  
 کس دین میں یہ ستم روا ہے  
 پہلے مرے دل کو تو ہنسا لو  
 پڑ متی یہ غزل ہوں دبدم میں



## غزل

<p>             کالامو منہ اے خدا سحر کا              حافظ ہے خدا دل و جگر کا              اللہ بھلا ہو چشمِ تر کا              احسان ہے آہِ پُرسش کا              اے عشق نشان دے میرے گھر کا              تہ جائہ دل میں ہو بشر کا              پہلو میں بجائے دل ہے ناسور              داغون سے تمام جسم گلزار              ہر وقت مثالِ بو پریشان              خلقت میں نہفتہ نامی              آرامِ نظر ہے راحتِ جان              پائے نہ عدو یہ زندگانی              لیلیٰ کو بنا دیا ہے مجنون              دریا میری آنکھ سے بہایا              آشوب میں آنکھ آگئی ہے              زخمونہ ہے یہ غزلِ نکم پاش           </p>	<p>             منہ مجھے چھپا مرے سحر کا              گر عشق اسی بلا کا ہے نام              مشغول رکھا مجھے ہمیشہ              اک آگ لگی ہے تن بدن میں              ہے حاصلِ زندگی اگر موت              مریز اکے سوا گزرنے یارب              اے یارِ الہ چشمِ بد دور              زخمون سے بدن تمام انگار              آئینہ منط ہمیشہ حیران              قسمت میں نوشتہ تیرہ کامی              خونِ نابِ سرشک و آہِ سوزان              ہے زندگی دردِ جاودانی              الفت کا بھی کیا ستم ہے افسون              گریہ نے یہ معجزہ دکھایا              خمیازہ دیدہ کھینچتی ہے              مجروحِ ولی نہ کیوں ہو بشاش           </p>
--	---

## غزل

غم دے گیا کون ناگھانی

دل لے گیا کون دُزد جانی

زور و نپہ و نورِ ناتوانی  
 آنکھوں نے وہ کی سرکش باری  
 جو داغ کہ ہے جگر میں روشن  
 شکوہ نہیں گردشِ فلک سے  
 مرزا سے لگی ہے آنکھ جب سے  
 پھر داغ جگر ہرا ہوا ہے  
 جو غم مری جان نے سہے ہیں  
 اُن کا تجھے حال گردِ دکھاؤں  
 دل میں مرے درد ہر گھڑی ہے  
 ہے شورشِ سر کو سنگ سے اُس  
 دل پر وہ لگے ہیں زخمِ کاری  
 سینہ میں ہے ایک داغِ روشن  
 سر بھوڑ رہی ہوں میں جنوں میں  
 ناخن نے کیا افکارِ تن کو  
 دشت نے کیا ہے چاکِ دامن  
 بوجھ چھوٹ و جو و پیرِ بہن کو  
 نگہراتی ہوں سر کو سر زمین سے  
 حالت ہے رومی دلِ زبون کی  
 پھر ضبط کر آہِ متصل کو

ہے جسم کو روح کی گرائی  
 گزرا کئی بار سر سے پانی  
 سہے حضرتِ عشق کی نشانی  
 آنکھیں ہیں مری جفا کی بانی  
 خوابِ آنکھوں میں ہو گیا کہانی  
 زخموں میں نہک بھرا ہوا ہے  
 صدمے مرے دل پہ جو رہے ہیں  
 دو چشموں سے بحرِ خون بھاؤں  
 لب پر دمِ سرد ہر گھڑی ہے  
 اشکوں کو کہو کے رنگ سے اُس  
 سخت جگر آنکھ سے ہیں جاری  
 آنکھوں میں ہیں دو چراغِ روشن  
 آلودہ ہے تن تمام خون میں  
 پنجے لے جنوں کے پیرِ بہن کو  
 سر پہ ہے جنوں کا بارِ احسان  
 باقی نہیں تار بھی کفن کو  
 جاری ہے لہو مری جبین سے  
 ہیں بندہ نوازیانِ جنوں کی  
 بہلاتی ہوں اس غزل سے دل کو

## غزل

یاد آتا ہے جب وہ سرو قیامت  
 کرتا ہے یہہ چھپر عاشقوں سے  
 ہاتھوں سے اس آہ بے اثر کے  
 ہے داغِ جگر چراغِ گھر کا  
 میرا غم ہجر جھیل جانا  
 قیس و فرہاد مقتدر ہی ہین  
 ان ہاتھوں سے غم گلے پڑا ہے  
 تنہم تنہم کے یہ غم بدل گیا طور  
 ناکامی عشق بھی غضب ہے  
 دیوِ اندکھے نہ کیوں زمانہ  
 پتوں کو کبھی پکارتی ہوں  
 میں نقشِ قدم ہوں گاہ اٹھاتی  
 زلفوں سے میں غار جھاڑتی ہوں  
 ہوں بیچ ہوا سے پیچ کھاتی  
 زلفوں سے ہوا سے ہے بگڑتی  
 اک اُت میں جہاں ہوں جلاتی  
 محرم جو ہے رازِ دل کا ہزار  
 دیوِ اندکھوں نے بنایا

وہ صافی ہوں میں ہر جگہ قیامت  
 آئی ہے مگر فلک کی شامت  
 کیا کیا مجھے ہوتی ہے ندامت  
 یارب رہے تا ابد سلامت  
 ہے حضرتِ عشق کی کرامت  
 مرزا کو ہے عشق کی امامت  
 پابندی نے پا بہ گل کیا ہے  
 رُک رُک کے درد ہو گیا اور  
 امید ہماری جان بلب ہے  
 ہر فصل و سخن ہے وحشیانہ  
 مرغانِ چین کو مارتی ہوں  
 گہ نقشِ بر آب ہوں بناتی  
 گیسو کا غبار جھاڑتی ہوں  
 چکر میں بگولہ سی ہوں آتی  
 برعکس میں عکس سے ہوں لڑتی  
 میں آگ ہوں آب میں لگاتی  
 بھیدی اُسے جانتی ہوں غماز  
 حیرت نے اک آئینہ دکھایا

گلشن سے ہوئی ہے بیدماغی  
 درپے ہے سدا گل آبرو کا  
 ہر خار چمن ہے خار کھاتا  
 کچھ گل ہی نہیں ہے صورتِ خا  
 گلچمن مری تاک میں ہے رہتا  
 گلشن میں ہے میرے غم کا چرچا  
 سوسن کی زبان سے تنگ ہونین  
 طعنوں کا جو سلسلہ بپا ہے  
 یہہ جالِ نبفشہ نے خدایا  
 چمپانے بھی زرد و روکیا ہے  
 صرصر نے یہہ خاک ہے اُڑائی  
 شبو نے یہہ تازہ گل دیا ہے  
 نرگس ہے اشاروں سے دکھائی  
 شوخی یہہ خانے کی سرِ دست  
 غنچہ نے نہیں شگوفہ چھوڑا  
 اشجار سے یہہ بشر ملا ہے  
 کیلے نے کیا یہہ حشر برپا  
 سرگوشی سے برگ کر رہے ہیں  
 شمشاد نے سرو نے خدایا

گلزار ہوا ہے مجھ سے باغی  
 تشنہ ہے مدام یہہ لہو کا  
 طوفان ہر ایک ہے اٹھاتا  
 پہنچاتی ہے بوئے گل بھی آزار  
 ہر پھول سے رازِ دل ہے کہتا  
 بلبل نے کیا ہے رازِ افشا  
 نرگس کی نظر سے دنگ ہونین  
 سنبل نے مجھے پھنسا دیا ہے  
 بدنامی کے نام سے بچھایا  
 رسوائی سے دو بدو کیا ہے  
 لالے نے یہہ آگ ہے لگائی  
 انگشتِ نما مجھے کیا ہے  
 سوسن مری چلیاں ہے کھاتی  
 بدنام کیا ہوئی جو پابست  
 دل کا ہے جلا پھپھولا پھوڑا  
 رسوائی کا خوب گل کھلا ہے  
 گلشن میں ہے صورتِ شور پھونکا  
 غیبت پہ مری یہہ مر رہے ہیں  
 جھنڈے پہ ہے راز کو چڑھایا

اٹھانہ ہو رازِ دلِ فروشی  
 نامہ نہیں در دکا ہے دستہ  
 تحریر نہیں ہے خطِ تقدیر  
 طو لائی زلف اس کو دی ہے  
 لپٹی ہوئی رنج سے ہے تادی  
 ہر چند ہے شوق کا تقاضا  
 سسرت پہ تری مگر نظر ہے  
 پاسخ کی جو ہے امید واری  
 تقدیر کرے جو ننگاری  
 خط لکھ چکی جب وہ سوختہ جان  
 پھر ہونے لگی جنون کی بیدار  
 سوزان ہوا نالہ جہان سوز  
 دیکھی جو یہ حالت جنونِ جوش  
 گو طیش میں تھی ادب سے بولی  
 دل دینا نہیں ہے جان دینا  
 دل سٹکے مگر دھوان نہ نکلے  
 مرنا کھپنا پہ ضبط کرنا  
 بولی وہ پری بے گرائی  
 دلسوزی اگر ہے دل جلانا

ستار طفیل پر وہ پوشی  
 الفاظ نہیں ہیں ہیں یہہ انگہ  
 قسمت کا لکھا کیا ہے تحریر  
 اظہارِ کوا یف ولی ہے  
 تو ام ہے مراد و نامرادی  
 تا حشر اسی طرح لکھے جا  
 قصہ یہہ غرضکہ مختصر ہے  
 دلی ہوئی میری انتظار  
 تحریر ملے تجھے ہماری  
 پھر دستِ جنون تھا اور گریبان  
 فریاد ہے اے خدا ہے فریاد  
 دل سوز جگر گداز جان سوز  
 سوسن سے رہا گیا نہ خاموش  
 مصحف کی طرح زبان کھولی  
 آسان نہیں نامِ عشق لینا  
 حکمے ہو جگر فغان نہ نکلے  
 نام ایسے ہی جینے کا ہے مرنا  
 جانی یہہ نہیں ہے جانفشانی  
 ہمدردی کا کیون کر وہ بہانا

آزار دہی ہے غمگساری  
 اسے دوست لقب جفاکی بانی  
 تنگ آگئی تجھے جان میری  
 یہہ کہے جنون میں خوب روئی  
 پتھر سے جو سنگدل وہاں تھے  
 سوتے آنکھوں کے گھل گئے تھے  
 پگھا پھوڑا جگر بنا تھا  
 آنسو بن کر بہو رہا تھا  
 چھائے تھا ہر اک کے دل کو وہ غم  
 کھرام بپا ہوا اپن میں  
 خالی ہوا جب بھرا ہوا دل  
 رکھتی ہے اگر ترس خدا کا  
 تقریر کی یہہ سنا کے تحریر  
 دلدار کے پاس اس کو لے جا  
 سوزِ غم افتراق جان سوخت  
 جیتی ہے یہہ سخت جان نہ مرنی  
 یہہ ہی ہے اگر جگر نگاری  
 مرجائیں اگر تو یاد کرنا  
 کیسا ہے یہہ پوچھنا مراد دل

دلدار ی ہوئی جگر نگاری  
 دشمن ہوئی کیون بہر بانی  
 نشتر سی چلی زبان تیری  
 بیٹی چسلائی جان کھوئی  
 سب دردِ عالم سی خون نشان تھے  
 دل سوزشِ غم سے گھل گئے تھے  
 ناسور کا دل میں گھسنا تھا  
 پھوٹا ہوا دل کا آبلہ تھا  
 سب اس کے ہوئے شریکِ ماتم  
 اک حشر نیا ہوا چمن میں  
 سوسن سے وہ بولی نیم بسمل  
 کچھ کام نکال بیٹو اکا  
 یہہ خط ہے یہہ ہے جنون کی تصویر  
 کہنا کہ ہے یہہ پیام بھیجا  
 دل سوخت زبان دا ستخوانِ محبت  
 اوپر کا ہے دمِ مدامِ محبتی  
 تو ہو چکی زندگی ہمساری  
 بہکو پس مرگ شاد کرنا  
 کڑھقا تو تہین ہے مبتلا دل

<p>میر جاؤں گی مین جو دل کڑھیکا  سوسن مری بان تیرے قربان  لشد تو میری مٹا صدی کر  نامے کامرے جواب لادے  سوسن نے لیا وہ درد نامہ  اک نقشِ محبت اُس نے پایا  پہلے سب سے گلے ملی وہ</p>	<p>پھر دل نہ کبھی مجھے جڑے گا  رہ جائے نہ دل مین یہ بھی ازان  ہند ہند ہے تو ہی تو ہی کبوتر  خالق تجھے خیر کی جزا دے  وہ دمتر عنبرین شمامہ  تعوذ اُسے باز و کا بنایا  پھر صورت رنگ اڑ گئی وہ</p>
--	---

### وسوین داستان

روانہ ہونا شاہزادے کا شہر یاجین سے اور اثنائے راہ مین  
وارو ہونا اُس کا لطیفہ خاتون کے باغ مین اور ہرن بنایا جانا  
اُس کا بزورِ جادو سے لطیفہ

<p>اے نکتہ نواز نکتہ پرور  چلتا نہیں خامہ اب کسی بل  شورے کی قلم قلم بنا ہے  آسیب کی کچھ خلش اگر ہو  ہو سُر مہ کعبہ گرمِ سنخیر  کچھ بعدِ دوا دوش دوا دون</p>	<p>زترین رستم نظامِ اختر  پائے رفتار ہو گئے مثل  جادو کس کا یہ چل گیا ہے  چشمِ بد بین کی بد نظر ہو  بہرِ دفعِ نظر ہو تدبیر  مین مصحفِ پاک کی ہوا دون</p>
--	--

اسیم اعظم کو دم کروں مین  
 زمزم کا پلاؤں اُس کو پانی  
 برکت کی نظر سے پہلے جا کے  
 سنگِ اسود کو دیکے بوسہ  
 رکھئے دم زمین پہ مڑ کر  
 لوحِ محفوظ پر روان ہو  
 باغِ جنت میں نغمہ خوان ہو  
 پورے کر کے دلی مطالب  
 پھر مجھ کو ملے بصورتِ کلک  
 پھر کلک خرامِ ناز پائے  
 پھر ہوسِ صغیر گرم رفتار  
 وہ سترِ خفی وہ نکستہ راز  
 وہ نیک نہاد نیک انجام  
 سوچا تھوڑی سی شب ہے باقی  
 جھونکوں میں نسیم کے نکلنے  
 دیکھا جو برق کا سرا انجام  
 وسواسِ جو زخمِ دل کا آیا  
 شہرِ باجین سے راہ و بیراہ  
 باہر ہوا دایرے سے مرنے

نقشِ علوی رقم کروں مین  
 تا از سر نو ملے روانی  
 نقشہ بیتِ الحسرم کا کھینچے  
 حرمت سے چھوئے غلافِ کعبہ  
 جائے عرشِ برین پر اُڑ کر  
 سجدے کا سرِ جبین نشان ہو  
 مسودِ عنادِ دلِ جنان ہو  
 شاخِ طوبی سے بدلے قالب  
 کلکِ انجم نشان گہرِ سلک  
 پھر کبک درِی کی جان جائے  
 پھر نالیِ مسلم ہو یون گہرِ بار  
 انجامِ جہانِ جہان کا آغاز  
 وہ ماہِ پنجِ نخستہ سرِ جام  
 چلتی ایسے مین ہے ہوا بجی  
 بادِ سحرِی کے ساتھ چلیے  
 دل آزر وہ ہوئی دلارام  
 اُس ماہ کو چاندنی کو سونپا  
 نکلاتا رون کی چھان مین وہ ماہ  
 صحرا کی زمین کا بن گیا گز



پس ماندگی کو عقب میں چھوڑا  
 اک دشتِ بلا ملا لوق و دوق  
 میدانِ میدانِ حش یکسر  
 میدانِ قلم مرا کفِ دست  
 ذرہ ذرہ جلا بہنا تھا  
 صحرائیں قدم نہ تھا اٹھاتا  
 آفات سے کچھ ڈر نہ کانپا  
 تھا شوق سے بڑھ کے تیر دم وہ  
 خود صورتِ خار بن گیا تھا  
 تقدیر کا پاؤں میں تھا چکر  
 زخمی سے خود ہوا جونا چار  
 بے راہ روی جو اسکی دیکھی  
 اقبال آکر ہوا مددگار  
 پیر روشن ضمیر حق بین  
 مرد مرناض عابدی کیش  
 شہزادہ و غریب بچہ عزم تھا  
 وہ خضر اگر تھا یہ سکندر  
 یوں دو نون بہم ہوئے ملاقی  
 پایا اسے صاحبِ بصیرت

پیشانی کی سمت منہ کو موڑا  
 رنگِ رخِ خضر تھا جہانِ نعت  
 ہر ذرہ تھا آفتابِ محشر  
 ہمت کی طرح ہوئے یہاں پست  
 کانٹا کانٹا لہو کا پیاسا  
 تھا زلیست سے ہاتھ کا اٹھانا  
 وہ دشتِ بلا قدم سے ناپا  
 آگے جاتا تھا دو قدم وہ  
 زخار کا تار بن گیا تھا  
 در ماندہ ہوا بھٹک بھٹک کر  
 چلنے لگی اس کی تابِ رفتار  
 خضر صحرائے رہبری کی  
 پیسہ غیبی ہوا نمودار  
 نورِ ایمان و رونقِ دین  
 تیغِ عشقِ خدا سے دل ریش  
 درویش الیاس سے نہ کم تھا  
 گم کردہ راہ یہ وہ رہبر  
 جیسے کوئی تشنہ اور ساقی  
 قدسی نفس و فرشتہ سیرت

جاتار ہا اُس کا رنج و افسوس  
 آداب سے ہو کے پھرنے لگیں  
 تم مصحفِ پاک کی ہو آیت  
 تم مریدِ خدا ہو نا خدا ہو  
 بولا وہ گل مراد کا رنگ  
 اک میل ملے گا سروِ قیامت  
 الماس کی لوح اک درخشان  
 روشن ہے مثالِ قلبِ صوفی  
 نقوش ہے رہبری کا لفظ  
 واقف کر کے چلے بُرے سے  
 بیدم گو تھا قدم اٹھایا  
 کی میل کی سرِ نوشت معلوم  
 جاحسنِ عمل کی شکل و امین  
 گر جانبِ چپ کہین گیا تو  
 تھا قصد کہ چلیے بے کدورت  
 کچھ راہ کا کچھ سمجھ کا تھا پھیر  
 و رہش ہوا اک اُس کی جنگل  
 کانٹوں سے رُندھا ہوا تھا وہ بن  
 اس ورجہ تھے سر بلند اشجار

درویش کا وہ ہوا قدم بوس  
 کی بعدِ مصافحہ یہہ تفسیر  
 گمراہ کے واسطے ہدایت  
 ساحل پہ سفینہ کو لگا دو  
 پورب کو چلا جا چند فرسنگ  
 برپا ہے کیے ہوئے قیامت  
 پیشانی میل پر ہے چہان  
 بالکلبِ جلی بنط کوئی  
 اُس لوح پہ شکلِ لوحِ محفوظ  
 رخصت ہوا ایک دوسرے سے  
 مرکب کے قریب میل آیا  
 دیکھی یہہ عبارتِ آپہ مرقوم  
 در پیش نہ تاکہ ہوں بلائین  
 آفات مین ہو گا مبتلا تو  
 ر و راست کو راستی کی صورت  
 بائین کو گیا ہوا یہہ اندھیر  
 غول و عفریت کا تھا دنگل  
 رفتار کا ہر قدم پہ مدفن  
 خورشیدِ سنبھالتا تھا دستار

گو یا کہ وہ برگ کی زبان سے  
 خالی پھل پھول سے تھے اشجار  
 جہنم نے جو دیکھا وہ اکھاڑا  
 نزدیک آیا لگا کے جو گھات  
 غولوں سے ہوا جو پاک وہ بن  
 کچھ دور سے دیکھا ایک احاطہ  
 دروازہ بلند و سرکشیدہ  
 مٹی اورچ پر اُس کی شانِ محبت  
 در صورتِ چشمِ شوق وابتحا  
 زنگی پہرے پر شکلِ اثر در  
 خاطر کی طرح کشیدہ قامت  
 عفریتِ ہیبت دیو قامت  
 نیچے کا تھا ہونٹ تاسیر پا  
 گمنام اُس کا تھا موت کا دھانہ  
 ہڈی ہڈی سطر و گندہ  
 وہ وقت جو خواب مرگ کا تھا  
 خراٹوں کی تھی کہرج کی آواز  
 کہتا ہوا قفسِ خفتہ بہتر  
 آراستہ باغ تھا سراسر

باتیں کرتے تھے آسمان سے  
 شل دست ہتھی نادار  
 حربے کے لیے شجر اکھاڑا  
 گرز چوبی سے کی مدارات  
 آگے کو بڑا وہ پاک دامن  
 تاحِ نظر کیے احاطہ  
 جس سے دل پہ ضرر رسیدہ  
 مہتاب کو سیرین مٹی رجبت  
 ہم شکل کفِ سخی کھلتا تھا  
 یا مار سیاہ بر سر زر  
 اٹھنے میں منو نہ قیامت  
 غولِ صحرا ہنگ صورت  
 اوپر کا بنا تھا خود سکا  
 تمام مرگ کا سلق قید خانہ  
 دو پنج کا ہر ایک عضو گندہ  
 بیٹھے بیٹھے وہ سو رہا تھا  
 یارِ عد کی مٹی گرج کی آواز  
 گلشن میں گیا وہ یا سمن بر  
 ہر برگ تھا صورتِ گل تر

خوش ہو کے بہار جا نفا سے  
 بتوالون کی شکل جھومتی تھین  
 شہزادے نے اک چن مین یکھا  
 سونے کی نگوٹیاں جڑی تھین  
 جھار مین ٹکے ہوئے گہر چنہ  
 شاخونہ چڑھی ہوئی تھین بیلین  
 پھولون کہ وہ نوشگفتہ گلے  
 گلزار کی وہ ہری ہری دوب  
 حیوان نما وہ آدمی زاد  
 اصلی پیکر جو یاد آئے  
 کیون چنچ یہ کون سی جفا ہے  
 اس جو رکی حد بھی ہے سنگد  
 شہزادہ کے حسن دلر با پر  
 چشم آہو کا تھا اشارہ  
 برگشتہ نصیب سیدھا اٹھا  
 قسمت نے کیا تھا کور ہیہات  
 دن اُسکے بُرے پڑے تھے پیچھے  
 باتون کی سنانی دین صدائیں  
 کچھ رقص سرود کی خوش آواز

شاخین شجرون کی اک ادا سے  
 ملکر گلے منہ کو چومتی تھین  
 جھوٹا ہوا غول آہوون کا  
 جھولین زربفت کی پڑی تھین  
 گردن مین بندے ہوئے گلوند  
 کرتے پھرتے تھے سب کلیلین  
 کھاتے پھرے آہون کے گلے  
 چرتے پھرے وہ چن کے محبوب  
 ہم جنس کو دیکھ کر ہوئے شاد  
 آنکھوں سے سرشک خون بہائے  
 کس دام مین کونسا ہما ہے  
 روح انسان ہرن کا پیکر  
 غربت کی نظر سے رحم کھا کر  
 آہو چشمون سے کر کنارہ  
 اُسے پیرون یہاں سے پھر جا  
 سمجھانہ کنایہ اشارات  
 سائے کی طرح بڑا وہ آگے  
 آپس کی چہل کی خوش ادائیں  
 تھی سوئے فلک بلند پرواز

دلکش مطرب کا وہ ترانہ  
 پوشیدہ سنا کیا وہ خاموش  
 بیچین ہوا جودل زیادہ  
 اندر سے محاط کو بھی دیکھو  
 یہ سیر بھی ہاتھ سے نہ جائے  
 کرتا ہوا سیر ہر رو و بام  
 داخل ہوا بے محل محل میں  
 دیکھا جو مکان کو مکین کو  
 دل نے کھا اب مجھے سنبھالو  
 بانوئے لطیفہ حسن آرا  
 ناگاہ نگاہِ منتہ پر داز  
 کہنے لگی یہ لطیفہ لاریب  
 ناخواندہ وہ یہاں بلایا  
 پوچھا کہ اٹھانی کیوں یہ تکلیف  
 بولا ہوں عجب کا شاہزادہ  
 بہتر ہے کہا کہ بندہ پرور  
 ہو شاد دل لطیفہ بالطف  
 منظور کرو جو ماحضہ کو  
 یہ کہکے ہوئی وہ ماہ موصوف

اشعار غزل وہ عاشقانہ  
 آواز کی رخ کیے ہوئے گوش  
 کہنے لگا دل میں شاہزادہ  
 اس بزمِ نشاط کو بھی دیکھو  
 جو بن کا مزہ نظارہ پائے  
 پھرتا ہوا جیسے بزم میں جام  
 ہا پٹنچا وہ سچبہ اجل میں  
 رشکِ مہ و مہر مہ جبین کو  
 دانش نے کہا کہ خاک ڈالو  
 غرنے سے تھی کر رہی نظارا  
 مہنچ کے جو رخ سے کر گئی ساز  
 سمجھو اس کو لطیفہ غیب  
 مہمان کو میسر بان بنایا  
 کچھ کیجیے آپ اپنی تعریف  
 ہے قات کی سیر کا ارادہ  
 کچھ روز تو ٹہریے مہمان پر  
 بے لطف اگر ہے تو کیا لطف  
 ممنون کرو متام گھر کو  
 مہمانی میہان میں مصروف

کی اُس نے برسہا برسہا میزبانی  
 تھی بزمِ نشاطِ شکلِ پروین  
 حاضر ہوئے ساقیانِ گلِ کام  
 دوزِ مئے لالہ گردن چلا پھر  
 بدست ہوئی جو وہ گلِ تر  
 پنی محوِ مادام و پیایے  
 خسرت کو لیے ہوئے جوانی  
 کرنے لگی آرزو اشارے  
 ارمان کا دل پہ تھا تلم  
 ٹھنڈا کرنے کو وہ دلِ گرم  
 اس مئے سے گئی نہ سردیِ دل  
 رکھنے دلِ حزن کو ناکام  
 پیانہ کے منہ میں ہو گلابی  
 طوفانِ مئے ہو س پیاسے  
 بولا بکجاب شاہزادہ  
 کافی ہے اس قدر عنایت  
 ہر بوسہ لب ہے مہرِ اقرار  
 پاشخ جو جگر شکاف پایا  
 پلے جو کچھ اُس نے طور بے طور

آراستہ محفلِ کیانی  
 بتور کے شیشے جامِ زرین  
 سین تن و گلبدن گل اندام  
 چلنے لگا جام بر ملا پھر  
 پھر نے لگا سر برنگِ ساغر  
 لائی کچھ اور رنگ وہ مئے  
 بیتاب تھی بہرِ سیہانی  
 بے باکانہ ہو س تپا رہے  
 خواہش نے ہپا کیا تلام  
 کہنے لگی رکھ کے طاقِ بر شرم  
 شوق مئے وصل سے ہے بسمل  
 شیشے کو جھکائیے سرِ جام  
 ساغر میں ہو گردنِ صراحی  
 مستی کا تلم چھلک رہا ہے  
 محبوب نہ کیجیے زیادہ  
 مہنون ہوں آپ کا نہایت  
 ہو گا پس واپسی نہ انکار  
 کاکل کی طرح سے بیچ کھایا  
 جلتا ہوا اُس کا دل جلا اور

سوچتی یہ ہما بلند پرواز  
 کام آیا نہ دام اور نہ دانا  
 افسون کا اثر اسے دکھاؤں  
 پیاسے کی نہ پیاس جو بجھائے  
 ہے اُس کی سزا ترس نہ کھانا  
 معجون زہر جلدی سنگا کر  
 معجون ہے یہ حیات جو ہر  
 اک سنگِ رمل سے جو کھائے  
 در ماندہ کی ماندگی ہو کا فور  
 تقدیر جو بر سرِ بدی تھی  
 چاہا قسمت نے جب پھنسا نا  
 کام آئی نہ عقل و ہوشیاری  
 سوچا نہ ذرا وہ دور اندیش  
 اپنے ہاتھوں ہے زہر لونا  
 بیوسوسہ و سوسہ نہ لایا  
 کھاتے ہی گرا وہ چرخ کھا کر  
 الماس سے سرِ بھڑی تھی  
 سنبل کی طرح سے ہیچ کھائے  
 صورت میں مثالِ شلخِ طوبی

پھنستا نہیں سہل صورتِ باز  
 بیکار ہے حیلہ و بہانا  
 جادو اس سر پر اب کھلاؤں  
 ترسائے مگر ترس نہ کھائے  
 انسان سے جانور بنانا  
 مہیخ سے کھایہ مکر اگر  
 معجونِ لطیف روح پرور  
 پتہ مردہ حیاتِ تازہ پائے  
 کچھ نوش کرو کہ کسل ہو دور  
 پیش آئی وہی جو کچھ بدی تھی  
 دانہ ہوا دایم مرغِ دانا  
 کی فہم و خرد نے کچھ نہ یاری  
 سمجھا نہ ذرا وہ بے پس و پیش  
 خود کردہ کو بھر پڑیگا روتا  
 معجونِ نماوہ زہر کھایا  
 اک لائی چھڑی لطیفہ جا کر  
 ہلکی وہ کہ بھول کی چھڑی تھی  
 چہرہ بافتید سر کا اڑائے  
 سیرت میں یگانہ و عجوبا

تا شیرین تیغ آتشین دم  
 کا کل کا بھی اُس سے قافیہ تنگ  
 شہرت ہوئی روم شام اُس کی  
 یا چین جنین بہ و شان تھی  
 جادو کی غرض کہ وہ چھڑی تھی  
 چارون شانوں پہ چار چھڑیاں  
 عاشق کی برات و شاخ آہو  
 ہم چشم غزال و حورِ جنت  
 آہو کا لباس و دلفریبی  
 ہم چشموں میں اپنے جا ملاوہ  
 شکل آہو تھا گمانس کھانا  
 رہنے لگا جیسے ہم میں روح  
 مجبوری سے شام کی سحر کی

نازک بدلتون کا تھا چم و خم  
 تھی رنگ میں رنگ زلفِ شبنم  
 تھی اختِ صبح شام اُس کی  
 کہنے کو چھڑی تھی کہکشان تھی  
 افی سی وہ زہرین بھری تھی  
 آہستہ لگائیں سحر خوانان  
 آہو وہ بنا بزو و رجا و  
 آہو بھی بنا تو خوب صورت  
 اللہ رے اُس کی جامہ زیبی  
 کرتا ہوا بخت کا گلہ وہ  
 قسمت میں بجائے آب و دانا  
 آہو کے لباس میں وہ مجروح  
 چندے اسی شکل میں بسر کی

### گیارہویں داستان

لطیفہ خاتون کے باغ سے نکلتا شاہزادے کا شکل آہو اور داخل  
 ہونا اُس کا جمیلہ خاتون کے باغ میں اور پھر آدمی بنایا جانا اُس کا  
 جمیلہ کے سحر سے اور پھر روانہ ہونا طرف واقاف کے پشتِ سیمرغ پر



لکھتے ہیں سخنورانِ جسادو  
 عالم کے تمام نکستہ پرداز  
 ہاں اے مرے کلکِ سدرہ پیوند  
 ہاں اے تسلیم بلند پیر واز  
 اعجازِ سخنوری دکھا دے  
 وہ خالقِ لم یزل کا اعجاز  
 وہ آہو وادیِ مصائب  
 وہ حورِ جنان کا نور دیدہ  
 وہ ماہرِ خدو و لیلِ زمانہ  
 وہ دستِ جنون کا دامنِ وجیب  
 جادو سے نہ تھی نقطہ زبانِ بند  
 قابو میں نہ جب زبان کو پایا  
 اک دل تھا ہزار آرزو و محی  
 اعمال کی اپنے ہے یہ شامت  
 منزل کی نہیں مجالِ رفار  
 گیسو کو جو ہاتھ میں لگاتا  
 لکڑی جو گلے قدم پکڑتا  
 کیونکر میں دکھاؤں بے پروا بال  
 ہر نوکِ مژگن گڑی ہے دل میں

چشمِ کافر کو چشمِ آہو  
 کہتے ہیں اسی کو سحر و اعجاز  
 طوبائے نفیس کے جگر بند  
 سرمایہٴ فخر و مایہٴ ناز  
 آہو کو تو آدمی بنا دے  
 تصویرِ غزالِ جنتِ ناز  
 وہ جلوہٴ منظرِ عجائب  
 وہ جسمِ آدمی دریدہ  
 بیضے شہزادہٴ یگانہ  
 تھا منظرِ لطیفِ غیب  
 تھا بند گلوب و دہانِ بند  
 دل کو اُس سے زبان بنایا  
 دل ہی دل میں یہ گفتگو تھی  
 مقصد کے عوض ملی نہ امت  
 دو پاؤں سے گو کہ ہو گئے چار  
 یہ روزِ سیہ نہ پیش آتا  
 جامہٴ یہہ مرے گلے نہ پڑتا  
 اُس رشکِ پری کو صورتِ حال  
 ابرو کی گرہ پڑی ہے دل میں

ہوتی جو یہاں وہ سامری فن  
 بدلامر اساحرہ سے لیتی  
 ملتا تڑکی جو اب تڑکی  
 دکھتا ہوا اور دل دکھایا  
 سب اپنی مصیبتیں گیساجھول  
 پھر قصر کے کنگرے تھے اچھے  
 بویا ہوا زہر ہر ہر انگیز  
 مادم ہوا اپنے دل میں ناکام  
 وہ پھول وہ پھل وہ نہر اشجار  
 رونے لگا سب کو یاد کر کے  
 موتی سے گرے گہرے آنسو  
 تشویش بھی مدام درپیش  
 عقدے کی ہو کب گرہ کشائی  
 اس جامہ سے کب گلو خلاصی  
 اک گشت لگایا چار سو کا  
 دیوار کی پست سر بلندی  
 پایا نہ اُسے بلند سر سے  
 دیوار کو و ان فضول دیکھا  
 خوش تھا کہ ملی گریز کی را

سوسن کی فسوں گری ہے روشن  
 یہہ سحر کے بند کھول دیتی  
 کھل جاتی حقیقت اس کے گر کی  
 مان باپ کی یاد نے ستایا  
 یاد آئے براور ان مقتول  
 کہتا تھا کہ اس سے لاکہ درجے  
 سب کچھ یہہ قہر ہر انگیز  
 یاد آئی نصیحت دلا رام  
 وہ حور وہ قصر وہ چمن زار  
 پھرنے لگے روبرو نظر کے  
 انجم سے گرے قمر کے آنسو  
 افکار سدا ہی تھے دلریش  
 کب بند فسوں سے ہو رہائی  
 کب دیکھیں صاف ہون معاصی  
 وحشت نے پھر اسکی کل کو کو کا  
 گلزار کی ایک سمت دیکھی  
 دیکھی دیوار اک نظر سے  
 بنیاد سے عرض و طول دیکھا  
 قسمت کی طرح سے تھی وہ کوتاہ

اک جست میں جا کے پار دیکھا  
 تشبیہ ہوئی قطبِ نشاکی  
 گو یار و ششِ زمین و محور  
 امید کو یاس نے بلایا  
 ہمت نے دیافت دم کو کا ندھا  
 سو سچا کہ ظلم سے تن زار  
 قسمت میں نیا تھا آب و دانا  
 کرتا ہوا چرخ کی شکایت  
 کہتا تھا بُرا ہو سامری کا  
 تقدیر نے کی جو کچھ اعانت  
 دیوار میں اک نظر پڑا در  
 در علتِ چشم آہوان تھا  
 یوں آ کے ملا تھا باغ سے باغ  
 تو ام تھے وہ صورتِ دوپیکر  
 گویا کہ بکاغذِ زرافشان  
 فصلِ گل سا گیا چمن میں  
 سبز و ساہو چمن چمن سے  
 سبز کے کوہِ روندتا ہوا پھر  
 بھرتا ہوا چو کڑی طرارے

پھاندا تھا جہان سے پھر وہیں تھا  
 کو دا کیا پر جبکہ نہ بدلی  
 ہر پھر کے رہا اُسی جگہ پر  
 ہمت کو امید نے بڑھایا  
 دیوار کو سات بار پھاندا  
 ہے نقشِ زمین و پائے بیکار  
 ایک اور طرف ہوا روانا  
 اپنے حرکات کی فضیحت  
 زردشت کا سحر و ساحری کا  
 توبہ کا کہلا در اجابت  
 آئینہ میں جیسے عکسِ دلبر  
 گلزارِ دگر کا دید بان تھا  
 جیسے کہ جگر پہ داغ سے داغ  
 دونوں کا ملا ہوا مستدر  
 اک جلد میں بوستانِ گلستان  
 پھرتا ہوا جیسے خونِ تن میں  
 نلتی ہوئی چال تھی دُلعن سو  
 بجلی سا وہ کووندتا ہوا پھر  
 کرتا ہوا ہر طرف نظارے

وحشت کے کھڑے کیے ہو مکان  
 جاتا تھا چلا بلتہ پایا  
 دم لینے کے واسطے وہ جانکاہ  
 دیکھا کہ نگار حسن افروز  
 نازک تن و نازنین و خوش قد  
 وہ چشم سیہ سیہ وہ گیسو  
 سرگشتہ زمانے کے دل زار  
 آنکھوں میں نگاہِ فتنہ پرداز  
 ابروئے دو تادر از ترکان  
 ابروئے خمیدہ شکل شمشیر  
 ابروئے چھری جگر پہ ماری  
 خالی رخِ دل کا تھا سویدا  
 زلفون کے ہوئی شارِ لیلی  
 شیرین کا وہ حسنِ پُر ملاحیت  
 گردِ آبِ بلا چہ زرخندان  
 رخسار کا حسنِ عالم افروز  
 چہرے سے ہوا قمر نہ ہمسر  
 بین پیشِ نظرِ جبین و بینی  
 تمثیلِ سنو کہ دل ہو مخطوط

دہشت سے چھپائے جسمِ مین جان  
 اک قصہ کو سدِ راہ پایا  
 ٹھہرا دم کی طرح سیرِ راہ  
 دین و ایمان و جان و دل سوز  
 برآمدے میں ہوئی برآمد  
 اندھیر کیے ہوئے تھے ہر سو  
 گیسو کی کہندین گرفتار  
 اک گوشہ چشم سے نظر باز  
 چلے مین جڑے ہوئے تھے پکان  
 ترکانِ دراز صورتِ تیر  
 کی دلپہ مژدہ نے تیر باری  
 ہر مردِ چشمِ دل سے شیدا  
 سو دل سے بنی ہزار لیلی  
 خود اُس کو نہک تھا برجِ رحمت  
 ڈوبا ہوا جس میں ماہِ کنعان  
 کھوتا تھا تفاوتِ شب و روز  
 دو شمس کہاں اُسے میسر  
 از روئے صفت نہ عیب بینی  
 انگشتِ قضا پہ لوحِ محفوظ

جو بن کا اُبجار وہ دل آدیز  
 سوز و نی میں نخلِ قدش تھا  
 دندان پس لب نہ سر بسر تھے  
 کچھ لب پہ فسوں تھا کچھ بیان میں  
 گلشن سے ہوئی نظارہ بازی  
 جس رخ سے چمن کے آنکھ بھیری  
 باقی نہیں کچھ فرار رہا ہے  
 برباد ہیں خاک و آب و آتش  
 برپا ہے فسادِ خیر و شر میں  
 جب ڈھا چکی آفتین چمن پر  
 دل سے ہوئی شیفۂ جمیلہ  
 محو ایسی تھی آہوئے خن کی  
 بولی وہ دکھا کے یاسمن کو  
 کس ناز میں گود کا پلا ہے  
 تھا کس کے کنارے ہم آغوش  
 یہ حُسن کہاں ہرن نے پایا  
 جھال کا پڑا ہے گردِ ہالہ  
 پھرتی ہوئی جیسے چشمِ جادو  
 لی گھانٹیں ہری پڑھی دکھائی

سینہ سے دلون پہ تھا بلاخیز  
 اُس سروِ سہی کا سب پھل تھا  
 دُرج یا قوت میں گھر تھے  
 کچھ آنکھ میں سحر کچھ زبان میں  
 کی ترکِ نگہ نے ترکِ تازی  
 غل تھا کہ نہیں ہوئی ہے سیری  
 دم آنکھوں میں کھنچ کے آ رہا ہے  
 ہے قالبِ روح میں کشاکش  
 ہے سب کی صفائی اک نظروں میں  
 ٹھہری پھرتی ہوئی ہرن پر  
 آہو کی فریفتہ جمیلہ  
 آنکھوں میں تھیں ٹیلیاں ہرن کی  
 لا جلد اس آہوئے خن کو  
 کس حن کے سانچے میں ڈھلا ہے  
 کس قدِ حسین کا تھا یہ ہمدوش  
 غلمانِ قالب بدل کر آیا  
 تارہ ہے چمک میں ہر ستارہ  
 آئی وہ خواص نزد آہو  
 بلبل کو ہوا گئے گلِ بتائی

تھا کاہ مین زور کہر با کا  
 مقناطیسی کشش دکھائی  
 لیکر آہو خواص آئی  
 پھر لاڈ لگے ہزار ہونے  
 مشوق صفت گلے لگا کر  
 مین کیا مری آن بان صدقے  
 رکھا آہو کا گو دین سر  
 باتین تھین ادھر تو پیاری پیاری  
 وان پیار تھا اور ولد ہی تھی  
 آنکھیں ہوئیں تر سر شکر غم سے  
 بولی وہ نگار ہو کے حیران  
 پھر سمجھی تیرینہ سے جمیلہ  
 معجون زمر دین منگائی  
 کھاتے ہی ہو اغزال پہنوش  
 آہستہ لگایا پھر چھڑی کو  
 جب بند فسون ہو اکشادہ  
 اُس بند سے وہ غزال پیکر  
 قالب سے ہرن کے ماہ طلعت  
 یا ابر سے جیسے ماہ انور

آہو کو بزرگ کاہ کھینچا  
 فولاد کی شکل کھینچ لائی  
 مطلوب مزاج خاص لائی  
 لاکھون آہو کے پیار ہونے  
 آہو سے کہا کہ میرے دلبر  
 دل کیا کہ ہزار جان صدقے  
 پوچھو نہ غزال کا مستدر  
 آنسو تھے ادھر ہرن کے جاری  
 یان آنسوٹن کی جھڑی بندھی تھی  
 مانوس الم تھا دم قدم سے  
 روتا ہے غزال شکل انسان  
 جادو کا ہے آہوئے لطیفہ  
 قدرے تریاق سی کھلائی  
 جاتے رہے سب رہے سبے ہوش  
 بھولی نہ کبھی وہ اُس گھڑی کو  
 مہر خ وہی پھر تھا شاہزادہ  
 نکلا جیسے صدف سے گوہر  
 نکلا غنچے سے جیسے نہایت  
 یا جیسے گہن سے مہر خاور

یا جیسے کہ آنکھ سے نگاہیں  
 یا جیسے قفس سے بیل زار  
 یا جیسے تن نزار سے سانس  
 الماس سے یا کہ جسطح ضد  
 یا جیسے کہ مشک نافہ سے بو  
 یا جیسے کہ جان آب و گل سے  
 یا جیسے عروسِ ناز پرور  
 اچھا جو ہوا کچھ اُس کا ہنا  
 آہو کے لباس کو اُتارا  
 ہر چند کہ خود بھی تھی شکیلہ  
 پوچھا کہ وطن کہا کہ غربت  
 پوچھا مسکن کہا کہ زنجیر  
 پوچھا کہ پتہ کہا نہیں ہے  
 کیا نام ہے پھر کہا کہ گنام  
 پوچھا ملت کہا کہ اُلفت  
 پوچھا پیشہ کہا تشق  
 پوچھا منزل کہا عدم ہے  
 پوچھا مولنس کہا الم ہے  
 پوچھا رہبر کہا جنون ہے

یا جیسے دلِ حزین سے آہیں  
 یا جیسے کہ قید سے گنہگار  
 یا جیسے دلِ فگار سے پچانس  
 یا جیسے کہ آئینہ سے پر تو  
 یا جیسے کسی چمن سے آہو  
 یا جیسے دعا کسی کے دل سے  
 حجلہ سے کرے خرام باہر  
 جامہ انسانیت کا پہنا  
 بدلا پوشاک کو دوبارہ  
 اُس نکل پہ مرگئی جمیلہ  
 کیون ترک کیا کہا کہ وشت  
 پوچھا باعث کہا کہ تقدیر  
 پوچھا مسکن کہا کہین ہے  
 کیا کام ہے پھر کہا کہ ناکام  
 پوچھا مذہب کہا محبت  
 پوچھا موجب کہا تعلق  
 پوچھا مرکب کہا قدم ہے  
 پوچھا ہمد م کہا کہ غم ہے  
 پوچھا کیونکہ کہا فسون ہے

پوچھا کہ رفیقِ غم کہا آہ  
 لبِ شکر و سپاس نے ہلایا  
 اظہارِ حقیقتِ گزشتہ  
 ہنسکر بولی جمیلہ کیا خوب  
 اُس کی تو ہوئی قبولِ دعوت  
 وہ ماہِ رہا پاسِ ناہید  
 مشغولِ نشاطِ عیش و عشرت  
 روزِ عشرت ہوا جو آخر  
 سو بات کی ایک بات ہے صاف  
 پھر کر جو نہ دنِ کرینِ خرابی  
 بولی کس یاس سے کہ مجبور  
 جا کر لے آئی پھر وہ دلگیر  
 ردِ مالِ حریر لائی زرِ کار  
 کیا تیر کی تم سے ہوں تنافوان  
 اس تیرِ قضا کی دیکھ کچال  
 پوچھو نہ کچھ اس کمان کا احوال  
 صمصام کی تابِ برقی تابان  
 معشوق کی ابروئے ہمالی  
 ہے ماہیِ آبِ نفعِ خمیر

پوچھا حافظ کہا کہ اللہ  
 بارِ احسان نے سرِ مجھ کایا  
 رخصت کی طلب تھی دستِ بہتہ  
 شاید تھی بہت لطیفہ مرغوب  
 مجھ سے رخصت میں ہے غیبت  
 اک روزِ غمِ صورتِ عید  
 مخطوطِ سرورِ رقص و دعوت  
 سمجھا کے جمیلہ سے کہا پھر  
 جانا ہے مجھے ضرور واقعات  
 ہو گی ترے دل کی کامیابی  
 بیچارگی بندگی ہے مشہور  
 جگر تیر و کمان و شمشیر  
 دیکھ ہر چیز کی یہ گفتار  
 پیکانِ قضا یہی ہے پیکان  
 معشوق کی ہے نگاہِ پامال  
 ہے قوسِ سہائے جاہ و اقبال  
 ہے نام کی عقربِ سلیمان  
 ناریِ رشک و حسد میں ڈالی  
 مشکل کہ بیان ہوں صوفِ جوہر



رکھے اسے اپنے پاس جو گرد  
 رو بہ زہا ن ہو میل تہمتن  
 رومال سے اُس کا لو اگر کام  
 جو ہر سے بخوبی ہو کے واقف  
 اللہ نے پھر بہہ دن دکھایا  
 جلنے لگی ہجہ میں جمیلہ  
 داغوں سے رہ پھول ہی پھٹی تھی  
 اُس ماہ کی دل سے مشتری تھی  
 وہ تازہ شباب کا زما نا  
 وہ فکر نئی نیا تر دو  
 وہ چاٹ نئی نیا مزا وہ  
 تھا شہر کیے ہوئے بپا دل  
 سمجھا سمجھا کے تھک گئی وہ  
 تھا ماہ جہان مقیم منزل  
 پہلو میں جمیلہ کو بٹھا کر  
 سمجھا سمجھا کے کی تشفی  
 دے دے کہ غرض اُسے دلاسا  
 القصہ وہ ماہ و صو کے منہ ہاتھ  
 اک بیشہ کو سدا رہ پایا

میدان رہے اُس کے ہاتھ ہو جڑ  
 ہو پھول کچھ ہزار سو من  
 پھر رہے ہوئے شیر کو کرے رام  
 راہی ہوا لے کے وہ تائف  
 واقات کے رخ قدم اٹھایا  
 روشن دل کا ہو افتیلہ  
 مرجھائی گلاب کی کلی تھی  
 پرہیزانہ تھی گو کہ خود پر ہی تھی  
 وہ پہلے پہل کا دل لگانا  
 وہ ورد نیا نیا تشدد  
 پانے لگی عشق کی سزا وہ  
 رو کے نہ کسی طرح رکا دل  
 قابو نہ چلا تو خود چلی وہ  
 زہرہ سی ہوئی یہ جا کے داخل  
 شہزادہ نے پھر گلے لگا کر  
 پونچھا شکون کو دی تسلی  
 واپس کیا تشنہ دل کو پیاسا  
 نکلا پھر آفتاب کے ساتھ  
 داخل ہوا وہ بلند پایا

ضرغام لقب نہر بر خو خوار  
 ضیفم کی سپاہ کا سپہدار  
 آیا جو مقابلہ پہ ضرغام  
 شمشیر سے اُس نے شیر مارا  
 سردار سپہ ہوا جو بیس  
 بیدل ہوئی وہ سپاہ بے سر  
 پائی خبر شکست پیہم  
 سر پنچہ کہ پنچہ قضا تھا  
 مہر خ پہ ڈکار کر اٹھایا  
 غصہ سے اسد کا غیر تھا حال  
 رومال تھا یا کہ ابر مردہ  
 رومال سے دست پاک کر کے  
 کچھ دام کو صید کر کے بیدام  
 سر کر کے ہم پائے مردی  
 شہزادہ گیا تھا چند فرسنگ  
 اک لشکر و سیہ سیہ کار  
 فوج زنگی کا میر لشکر  
 سیرت میں بلا مزاج میں جن  
 نازان تن و توش پر تما زنگی

رستم بھی تھا جس کے رومرو خوار  
 اُس بیشہ کی راہ کا تھا رہدار  
 شہزادہ ہوا اہل کا پیغام  
 سردار کاتن سے سر اُتارا  
 سمجھے وہ کہ اب ہونگے سر پر  
 بھاگے سب پاؤں رکھکے سر پر  
 پھرا ہوا آیا شاہ ضیفم  
 چنگل وہ کہ چنگل بلا تھا  
 شہزادہ پہ تیر سا وہ آیا  
 مہر خ نے اُسے دکھایا روال  
 پانی سا پیا اسد کا غصہ  
 پونچھا چہرے کو شیر نر کے  
 کی دعوت بادشاہ ضرغام  
 پھر ہو گیا گرم رہ نور دی  
 دیکھا سر راہ قلعہ زنگ  
 قلعہ کی حدود کا نگہ دار  
 خاطر کی طح گرا ان ٹبک سر  
 چہرہ کی طرح سپاہ باطن  
 تھا دعویٰ اثر در ی ہننگی

شہزادہ کو دیکھ کر چمکھاڑا  
 زنگی نے اٹھایا اپنا بھالا  
 گو ہیبت خوف و بیم تھا وہ  
 زنگی نے جو زنگ متبع چاٹا  
 شمشیر تھی یا عصائے موسیٰ  
 مصمام نے خوب نہ ہر یویا  
 زنگی کو ملی جو روسیاہی  
 کیٹا تھا اگرچہ اُن میں ہر فرد  
 کھا کھا کے جو ان کی ضربت گزر  
 تلوار نے ٹل کے جیب کیا دار  
 خنجر کی چڑھے جو سان مغرور  
 جو آیا پٹے نبرد نامرور  
 شمشیر کا بھی غضب کا تھا کاٹ  
 آیا پس تلخ و قمع لشکر  
 عاشق ہوئی اُس پہ دخت سالار  
 مہرخ پس فتح باب نکلا  
 رخصت ہوا ماہرخ منظر  
 آیا اک مرغزار درپیش  
 سرچشمہ ہزار ہاتھ جاری

سُنہ صورتِ غار اُس نے پھاڑا  
 شہزادہ نے نیچہ سنبھالا  
 اک نیچہ مین دو نیم تھا وہ  
 خون تیغ نے بید رنج چاٹا  
 زنگی فرعونِ زر و مروسا  
 پانی مین جہمی ڈبو یا  
 شمشیر نے سرخروئی پائی  
 مہرخ سے سیاہ رو ہوئے زرد  
 صد پارہ ہوئے وہ کوہ البرز  
 دو ایک کے دو کے کر دیے چار  
 زنگی ہوئے شکلِ زنگ کا فور  
 خون گز می تیغ نے کیا سرو  
 اُن سب کو اتارا ایک ہی گھاٹ  
 برجِ قلعہ مین ماہ پیکر  
 اُس بہ کا ہوا زحل پر ستار  
 طلعات سے آفتاب نکلا  
 سرچنچ پہ پاسِ زمین پر  
 گلزار کے مرغزار و دلریش  
 تھی چشم ہزار و آبشاری

وہ نہر روان وہ سبز تر  
 ہوتی تھی چہنیکے وان گلابی  
 کا ہی کہیں صفحہ زبرد  
 مہر خ کی تھی آنکھ خواب جو یا  
 اُس تختہ میں اک شجر تھا پہنا  
 سر سبز بلند سر ستاور  
 سمرغ کے بچے بے پروا بال  
 ہو جاتے دُام تھے وہ بے پر  
 ملتا تھا یہ داغ اُن کو ہر سال  
 بیچارے کوئی مفر نہ پاتے  
 معمول پر اپنے اثر در آیا  
 حدت سے ہوا جو ان جو بیدار  
 لہرا لہرا کے مست اثر در  
 دیکھا بچوں نے قاصد موت  
 شہزادہ لے اُن پر رحم کھا کر  
 پیکان قضا سا تیر مارا  
 وہ اثر دہا پلٹ کر  
 عقرب نے اُس اثر دہے کو کاٹا  
 اُن بچوں کو چاٹ پر لگایا

آبی جدول ہرے ورق پر  
 ہر صبح شعاع آفتابی  
 وصالی کہیں تختہ زمر در  
 اُس تختہ زمر وین پہ سویا  
 پہتے ہوئے پھول پھل کا گہنا  
 سمرغ کا آشیانہ سر بر  
 اک مضغہ گوشت مرغ کے لال  
 اک لقمہ نرم و چرب اثر در  
 مان باپ کا دل ہوا تھا غواں  
 بچوں کے دما داغ کھاتے  
 موفی آفت ساسر پہ آیا  
 دیکھا اک اثر در شر ربار  
 چڑھنے لگا بیل سا شجر پر  
 بے موت غریب ہو گئے فوت  
 چلے سے خدنگ کو ملا کر  
 چڑھتے ہوئے زہر کو اتارا  
 آیا شہزادہ پر جھپٹ کر  
 سیف و دربان نے خون چاٹا  
 طعمہ سا وہ اثر دہا کھلایا

بچوں کا تھا گوشت کھانے آیا  
 منظور ہوئی جو استراحت  
 باقی دن رہ گیا جو تھوڑا  
 دیکھا اُسے قہر کی نظر سے  
 دشمن بھی ہر برس ہے آتا  
 نہ بہر ہلاک شاہزادہ  
 پہلے دیکھ آؤ تم نشین  
 مادہ کی پسند کر گیا پسند  
 سیمرغ کے ننھے ننھے بچے  
 کھ گزرے جو دیکھا تھا تاشا  
 نہ نے کہا سُن کے حال سارا  
 سایہ کی طرح قریب آیا  
 لیتے ہیں یہاں سے پسند ہی ہوش  
 لاریب کہ بدترین حیوان  
 احسان نہ اگر بشر نے ماتا  
 احسان ہوا دل کے واسطے دلم  
 مہرغ ہوا بخت ساجو بیدار  
 کیا نام حضور کا ہے کیا کام  
 بچے مرے آپ نے بچائے

بچوں ہی نے گوشت اُسکا کھایا  
 آیا آنکھوں میں خواب راحت  
 سیمرغ کا پھر کر آیا جوڑا  
 مادہ نے کہا یہ مہرغ نر سے  
 بچے عوض ترس ہے کھاتا  
 آمادہ ہوا کہ بولی مادہ  
 ناحق نہ ہو خون باری گردن  
 دیکھا تو حیات تھے جگر بند  
 مصوموں کی شکل دل کے سچے  
 بچوں کی طرح سے بے ستاشا  
 مَحْن ہے یہ نوجوان ہمارا  
 مہرغ پہ کیا پروں کا سایا  
 احسان نہ کرے کوئی فراموش  
 ہے نہ احسان مند انسان  
 اللہ و رسول کو نہ جانا  
 سیمرغ ہوا شکارِ بیدام  
 سیمرغ نے کی ادب سے گفتار  
 ارشاد ہو میں کروں سرانجام  
 اثر در کا نہ ڈر خطر میں لائے

خادم کو بھی ہے یہی سزاوار	خدمت سے کبھی نہ ہو خطا کار
احوال سے اپنے کر کے ماہر	مہر خ نے کیا جو عزم ظاہر
سیمرغ کے صاف اڑ گئے ہوش	بولا کچھ دیر رہ کے خاموش
کیا دل میں حضور کے یہ آئی	باقی نہیں و ان پر ہی رسائی
واقات سے قاف تک میں وقاف	دقت کی ہر ایک قاف ہے ناف
ہے قلم ہفت گانہ حائل	سیرتہ و آفتاب ز ایل
ہے عزم اگر یہی مقرر	مرضی ہے اگر یہی تو بھتہ
سر جیسے ہے زیر بار احسان	ہو پشت بھی زیر بار انسان
فکر تو شہ شتاب کیجے	دام و دود کے کباب کیجے
کھا لون کی بنائیے پکھالین	اتنا ہو کہ ایک ہفتہ کھالین
سامان ضروری کر کے تیار	پشت سیمرغ پر کیا بار
اُس تخت ہوائی پر چڑھا دہ	جاد و کی مثال سر چڑھا دہ
سیمرغ ہوا تھا عرش جو یا	سراج یہ عشق کی مٹی گویا

### بارھوین داستان

طے کرنا شاہزادے کا بجو رہنمگانہ کو اور پہنچنا شہر واقاف  
 میں اور ملاقات کرنا صنوبر بادشاہ سے پھر وار د ہونا  
 سوسن کا نامہ رشیک پری لیکر اور جواب نامہ لکھنا ماہ رخ کا

ہاں اے مرے کلکِ قدِ طہنت  
 ہاں اے مرے خامۂ پیرِ بخوان  
 ہاں میرے سخن بہارِ خامہ  
 تقدیر کی چل گئی سفارش  
 دو صفحے ہیں دو بیاضِ خسار  
 ہر تختۂ مشق لوحِ سینہ  
 ہے دیدہ حور کی سیاہی  
 موجود برائے سوئے ہے خال  
 شرکانِ دراز و چشمِ حلقہ  
 اشرارے اہتمامِ تحریر  
 بیتاب نہ کیوں ہو دلِ نعلِ مین  
 اشرار نہ کیوں ہوں پر لطافت  
 پھولوں کی چھڑی قلم ہے میرا  
 ہاں اے قلمِ شکوفہ اندام  
 وہ داغِ نجبین پر ویز  
 وہ کاخِ فلک کا نقشِ پرداز  
 او سچا ہو کر ہو اغبار  
 ملتی ہوئی سیرِ تھی قمرین  
 دن کو خورشید جلوہ گر تھا

دستِ قدرت کے زیبِ ذریت  
 لوزی انگشتِ دستِ یزدان  
 رنگین ہو رقمِ جوابِ نامہ  
 سامان ہے ہم چکے نگارش  
 ہر ایک ورق ہے چہرہٴ بار  
 مضمونِ لطیف کا سفینہ  
 روشن ہے عجب یہ روشنائی  
 ہر نالِ قلم پری کا ہے بال  
 ہے میرے لیے دواتِ خامہ  
 یہہ نامِ خدا ہے نامِ تحریر  
 قلین مری زلف کی بینِ قلین  
 دیکھو مری فلک کی نزاکت  
 موتی کی لڑی متلم ہے میرا  
 آغازِ سخن کا ہو سرا سجام  
 راجہ اندر کا آبرو ریز  
 سمرغِ سوارِ عرشِ پرواز  
 پیشانیِ آسمان کا تارا  
 سیرِ کرۂ زمینِ نظرمین  
 شب کے لیے دوسرا قمر تھا

گردون نے خوشی سے چرخ مارا  
 ستارہ ہشتی جو پایا  
 غور شید نے دیکھا چشم بدست  
 در پردہ عدوہ شبینہ  
 جاتی تھیں لیے ہوئے ہواسا  
 جب روئے زمین کے رخِ قطری  
 دیکھا تلمم محیط و موج  
 تلمم کا موج ایک گونہ  
 پشتِ سمرغ کشتی نوح  
 قہرِ تلمم سے آبِ پُرشور  
 چکرین پڑی ہوئی فلک کی  
 گنبد جو فلک کا بے بہا تھا  
 سہمے دیکھ اُس کی ہون کی  
 گھڑیاں مگر تھے سولس نا کے  
 شہزادہ کے دل میں ڈر سہا  
 ڈر ڈر کے کہا کہ یا الہی  
 دل جیسے ہے غرقہ تلام  
 نہ کھتا ہے جہازِ مرغ پیکر  
 رہبر ہے کوئی نہ رہنما ہے

دل سے مہ و مہر کو اتارا  
 دستار کا پھول اُسے بنایا  
 جلنے لگا آتشِ حسد سے  
 رکھتا تھا جگر پہ داغِ کینہ  
 امواج ہو احباب آسا  
 جا کر سرِ آب پھر نہ سر کی  
 بر پایہ کیے اک تلام امواج  
 طوفانِ نوح کا منو نہ  
 عفا تھا وہاں پہ نامِ ذی نوح  
 پانی کا نہ چہپ سکا کہین چور  
 بے لنگر و بادبان تھی کشتی  
 دُونے کی طرح سے پیرہا تھا  
 مرغِ آبی ہو ائے خاکی  
 کھولے ہوئے سب عدم کے نا کے  
 جائے خور و نوش خوف کھایا  
 کشتی کی مری نہ ہوتا ہی  
 تن ہو نہ کہین غریقِ تلمم  
 سطول نہ بادبان نہ لنگر  
 اپنا تو خدا ہی نا خدا ہے



یارب سائل نہ کوئی شے ہو  
 کھائے نہ یہہ موج کا تھپیرا  
 بیراہ نہ ہو رہے یہہ رہ پر  
 جاتا تھا وہ مرکب ہوائی  
 طے کر گیا وہ پرندہ دانا  
 کاٹے وہ دن گھڑی گھڑی گن  
 پایا نایم بیکران نے پایا  
 دیکھا دنیا کو لامکان سے  
 ہر سو مٹی نگاہ بہر واقات  
 باد می نے تھا آسمان دکھایا  
 اک پل میں مثال وحی ناگاہ  
 مرکب نوا تارا اپنا انبار  
 پھر رخ نے یاد گار شبیر  
 مشکل جو پڑے تو پر خیلانا  
 اک گوہر بے بہا کا دانا  
 دروازے بے نظیر باب  
 قیمت میں خراج ہفت کشور  
 لیکر وہ درتیم و شبیر  
 پہلو میں جو دل کے تھے جانب

یہہ مرحلہ خیریت سے طے ہو  
 اللہ لگائے پار بیڑا  
 ہر پر کو عطا ہو نہ ور شبیر  
 اڑتا ہوا جس طرح ہوائی  
 اک ہفتہ میں بحر ہفتگانہ  
 واقات کا دن تھا آٹھون دن  
 انجام محیط پیش آیا  
 فرش خاکی کو آسمان سے  
 دیکھا ناگاہ شہر واقات  
 خاکی غصہ زرین پہ لایا  
 اتر اہام فلک سے وہ ماہ  
 ہلکا ہوا بار سے گرا انبار  
 مہر خ کو دیئے یہہ بات کہہ کر  
 موقوف اس پر ہے میرا آنا  
 رخصت ہوا دیکھے مرغ دانا  
 نادر بے نقص و عیب نایاب  
 قاست میں شرج کے برابر  
 غلطان پیمان چلا وہ گوہر  
 تھے پیش نظر ہر ایک جانب

اک شہر پناہ شہر دیکھی  
 ہر در درِ نفع سا کھلا تھا  
 پایا جو فتوح کا کھلا در  
 دیکھا اک شہر عرش بنیاد  
 اُس شہر کا شہر یار و لبر  
 شاہ وافر تمیز تھا وہ  
 سلطانِ کریم نیک مادل  
 غلمانِ حورو پری جن دانش  
 جو گھر تھا وہ تھا پری کا کن  
 ہر ایک دکان تھی حُسن کی کان  
 ہر جنس کی بے ہا بہم جنس  
 انبار دکان میں یوں تھا سامان  
 سووے کے ہزار ہا خریدار  
 ہر سو ضمانِ کافری کیش  
 حُسنِ نمکین صبیح اُن کا  
 شوخی و کرشمہ و شرارت  
 ہر چینِ جبین جفا کی بانی  
 آنکھوں میں تھی گردشِ سپہری  
 شور آری و لَن ترائی

شکلِ سدِ سکندر ہی تھی  
 آغوشِ کشا ہر اک درِ اتھا  
 فاتح نے قدم بڑھایا اندر  
 معمورہ حُسنِ حُسن آباد  
 رشکِ شمشاد تھا صنوبر  
 جانِ ہر دل عزیز تھا وہ  
 باشندے حسین خلیق باذل  
 ہمشکل تھے ہم تماشا بہم جنس  
 ہر خانہ تھا دلبری کا مسکن  
 الفت کا بھرا ہوا تھا سامان  
 ہر قسم کی تھی وہاں نہ کم جنس  
 جیسے دل عاشقان میں ارمان  
 الفت نے کیا تھا گرم بازار  
 جنسِ عشوہ کیے ہوئے پیش  
 ذی روح ہر اک ذبیح اُن کا  
 نایاب بضاعتِ تہارت  
 ارزاں تھی مستلحِ سرگرائی  
 سرگرم فروغِ سر و مہری  
 عاشقِ معشوق کی زبانی

روشن ہرست داغ دل کے  
 زردان کا زیرِ گلِ محبت  
 گو عشق کے ہر طرف تھے پہرے  
 کیفیتِ شہر و سیرِ بازار  
 گزری شمشاد کی سواری  
 شمشاد جوانِ سرو بالا  
 فرزانہ منش ندیمِ سلطان  
 خلقت میں تھی یہاں نوازی  
 کرتا تھا جدا نہ شاہ دم بھر  
 مہرِ پڑی نگاہِ شمشاد  
 جامے میں مسافرت کے انسان  
 بشرے سے عیان شکوہ و غم  
 سائے کی طرح پر ہما کے  
 تسخیر پہ ماہ کا تھا اختر  
 حاضر ہوا حضرات کی شکل  
 کس قات کے آپ ہیں پرزاد  
 شمشاد ہیں آپ کس جہن کے  
 حضرت کا ہوا کہاں سے آنا  
 منظورِ نظر اگر ہو راحت

جلتے تھے وہاں چراغ دل کے  
 سکھ تھا وہاں کا داغ الفت  
 لٹتا تھا شکیبِ دل و دہرے  
 ہر خ کو کیے تھی مجھ دیدار  
 مانندِ نسیمِ نو بہاری  
 اقبال کا جس سے بول پالا  
 پردہ دارِ حریمِ سلطان  
 طینت میں سرشتِ پاکبازی  
 شمشاد تھا سایہ منو بہر  
 حیران ہوا دیکھ کر پرزاد  
 خورشید سا گردِ رہ میں نہاں  
 اقبال غلامِ خود بدولت  
 سائے میں کھڑا ہوا خدا کے  
 شمشاد روان ہوا مسخر  
 کی عرض ہے گم غلام کی عقل  
 کس باغ کے آپ سروِ آزاد  
 شمعِ روشن کس انجن کے  
 ہے پیشِ نظر کہاں کا جانا  
 موجود ہے پہراستِ راحت

وار و مساور کا کفش خانہ  
 فروس ہو خانہ باغ شمشاد  
 شاہون کے سہ داخل مدار  
 تشریف شریف گھر پر رکھیے  
 تحفہ سودا غرض سمجھ کر  
 حاضر کیا عطر پان حُفّتہ  
 جلسہ ہوا بے تکلفانہ  
 آفات کو سہکراے دلاور  
 ہرخ نے حُشْبُ نَسْبُ بتایا  
 پوچھا کہ عزیز جان برادر  
 یہ سُن کے ہو اُسے جو سکتا  
 شمشاد نے عرض کی کہ حضرت  
 ہوتا نہ اگر بہم تلطف  
 کھینچتا ہے یہاں بکلم سردار  
 مختار ہو مانو یا نہ مانو  
 سلطان سے گزارش حال  
 جاننا ز تھا جان پر وہ کمیلا  
 آیا دربار میں خوشی سے  
 آداب و عاباط بوسی

فرمایے لطیف خسرو اللہ  
 روشن چشم و چراغ شمشاد  
 شاہانہ نواختن گداز را  
 دل پر آنکھوں پہ سر پر رکھیے  
 بازار سے اُس کو لے گیا گھر  
 شیرینی گزک شراب میوہ  
 پوچھا ہنس کر تلطفانہ  
 اس شہر میں آئے کس طرح پر  
 گزرا جو کچھ تناسب سنایا  
 گل کرو چگونہ باصنوبر  
 منہ رہ گیا ماہ رخ کا تکتا  
 مانع ہیں مراسم محبت  
 کرتا ابھی قتل بے تکلف  
 ایسے خود سر کا سر سردار  
 پتھر کی لکیر اس کو جانو  
 پاؤ چلکر سرائے اعمال  
 شمشاد کے ساتھ میں اکیلا  
 دھوئے ہوئے ہاتھ زندگی سے  
 جو رسم ادب تھی وہ ادا کی

پھر نذر و یا دُر و لا ویز  
 دیکھا سلطان نے سلیمان  
 تقریر و وجاہت و قیافہ  
 سلطان نے بلطف و مہربانی  
 اپنی کہو پیشتر حقیقت  
 ہے وصف میں کیا کلام اسکے  
 ہر خ نے طلب کی جان بخشی  
 دربار میں یوں ہوا وہ دُربار  
 کیا عرض کروں حضور کیا ہوں  
 سیاح تہِ غریب تاجر  
 ہے قیمتِ دُر یہی مقرر  
 حاضر ہوا اچھوڑ کر وطن کو  
 ز نہار ہوں گا دست بردار  
 سلطان نے کہا کہ خاک بنیاد  
 افسوس زبان کا سہارا  
 اصبح کو شکلِ مہرِ حنا اور  
 دربار سے اُٹھ گیا جو فاقان  
 شمشادِ سر و قد کے ہمراہ  
 کچھ آپ ہی آپ ل تھا بیتاب

خجالت سے کٹا ترنج پر ویز  
 غربت کے لباس میں پریشان  
 ثابت کرتا تھا شاہزادہ  
 کی دُرج وہاں سے دُرفشان  
 پھر گوہر بے بہا کی قیمت  
 سنہ مانگے ملینگے دام اسکے  
 سلطان نے کہا امان بخشی  
 بخت و دولت رہیں مددگار  
 اک خانہ بدوش بے نوا ہوں  
 مظلوم لٹا ہوا مسافر  
 گل کر دچگونہ باصنوبر  
 سر سے باندھے ہوئے کفن کو  
 پاداش میں گو کہ سر ہو بردار  
 موتی سی کر آبرو نہ برباد  
 دیکر تجھے میں نے قول ہارا  
 ناقصہ گل کہے صنوبر  
 عقدِ پروین ہوا پریشان  
 آیا منزل پر اپنی وہ ماہ  
 زایل ہوئی خواہشِ خور و خوا

لیٹا ہوا صحن میں مکان کے  
 زورِ غم جانِ ناتوان پر  
 تھی وردِ زبان دعا و صلت  
 بیتا بی شوق نے اٹھایا  
 پوچھا کہو خیریت پری کی  
 کچھ خیر ہے خیریت کہاں کی  
 نکلی جو برائے قاصدی میں  
 مہرِ خ کی تلاش میں ملائے  
 درپیش سفر تھا لامکان کا  
 کھولا بازو سے دفترِ غم  
 شطرنجِ نظر کا نامہ پایا  
 کھولا وہ نوشتہٴ محبت  
 احوالِ دل شکستہ و گلیسر  
 مضمونِ جواہرِ دلِ زار  
 کیفیتِ کامل پریشان  
 لکھی ہوس وصال و لبہ  
 دل میں جو بھرا بجا کچھ تھا  
 ہیجانِ تب غم و الم سے  
 وہ نامہ تھا چشم کو بصارت

تارے گنتا تھا آسمان کے  
 نامِ رشک پری زبان پر  
 سوسن پُسنی اثر کی صورت  
 جذبِ دل نے گلے لگایا  
 بولی نہیں خیرِ خودِ سر کی  
 سراپاؤں کی ہو خبر نہ جان کی  
 شکلِ پیکِ نظر پہ مہری میں  
 قلابے زمین و آسمان کے  
 گم ہو کے پتا ملا نشان کا  
 قاصد نے دیا بچشمِ پُر غم  
 کحلِ لب و آئینہ کا بنایا  
 ہمگیِ نظموں سے بوئے الفت  
 پایا بخیلِ شکستِ تحریر  
 لکھا ہوا تھا بخطِ گلزار  
 خطِ سبیل سے تھی نمایان  
 خطِ توام میں تھی مکرر  
 تحریرِ خطِ غبار کچھ تھا  
 لکھا تھا علیٰ خفی قلم سے  
 آسائشِ ریح تن کو طاقت

آرام و ماغ دل کو فرحت  
 تسکین تھا جانِ مضمحل کو  
 اے نیرِ اعظم پرستان  
 اے نقش و نگارِ مسکنِ دل  
 اے ناخنِ عفت ہائے مشکل  
 اے مژدہ و لنواز جاہنا  
 اے ماہِ شبِ درازِ مہجور  
 اے مشتریِ نیازِ عاشق  
 اے نازنینِ ماہرِ مہرِ خ  
 تو مہرِ نگارِ مینِ ہونِ شبِ نیم  
 مینِ ذرہ رِگِ تو ہے خورشید  
 مینِ زخمِ جگر تو مرہمِ دل  
 تو جانِ جہانِ جہانِ خوبی  
 مینِ نقشِ زمین تو عرشِ جاگیر  
 تو مردم و دیدہ کے لیے نور  
 اے رشکِ پری پری ہو کر تو  
 محبوبِ ن کو یہہ روزِ پیشِ آیا  
 چہرے سے یہہ رنگِ کھل گیا ہو  
 جو لالہ ہے داغ ہے جگرِ مین

زورِ باز و جگر کو قوت  
 بیدل نے لکھا جوابِ دل کو  
 مہرِ فلک و قفا پرستان  
 اے رنگ و بہارِ گلشنِ دل  
 اے شاہدِ رازِ خلوتِ دل  
 آسائشِ جانِ بناؤ انہا  
 اے شمعِ شبِ فراقِ دیہجور  
 اے باعثِ فخر و نمازِ عاشق  
 اے مہرِ خجستہ خوں مہرِ خ  
 تو صبح وصالِ مینِ شبِ غم  
 مینِ تشنہ دہان تو جامِ امید  
 تو دلبرِ شوخِ مینِ غمِ دل  
 تو روحِ دروانِ رُوانِ خوبی  
 مینِ حرفِ غلط تو کلمہِ تقدیر  
 کا شانہ دل کی شمعِ کافور  
 سایہ نہ درینِ مجھ سے کر تو  
 لیلیٰ شبِ ہجر نے بنایا  
 سودائے رُخِ پری ہوا ہے  
 جو باغ ہے دشت ہے نظرِ مین

تو ہے گلِ پُربہارِ عالم  
 جو گل ہے وہ خار ہے قطرین  
 گلزار نہ کس لیے ہو باغی  
 جا آپ کے دل کو دل میں دی  
 جہان یہ عزیز دل ہے دلبر  
 آنکھوں کو برا وہ یہ سمانی  
 حاضرین جو ہیں حواس میرے  
 جو ربط بڑھا ہے دل کو دل سے  
 پہلو میں ہے دل پئے حفاظت  
 آرا ایش نامہ ہے جو تصویر  
 دیکھے جو یہ نقش دلربائی  
 رنگتی ہی نہیں خدا کی پریش  
 یہ لکھ کے لکھا خدا ہے دانا  
 تدبیر نے ٹھوکرین کھلائیں  
 صید دام و رسن بنائیں  
 آفات کا سامنا بلا کا  
 وہ اثر ہے کی شرفشانی  
 مجل کچھ ذکر شیر و زنگی  
 پردے میں حروف کے دکھائی

تو رونقِ لالہ زارِ عالم  
 جو نخل ہے دار ہے نظرین  
 گلزار ہے تجھے لالہ داغی  
 مہمانی دل جگر نے کی ہے  
 صد تھے دل و جان ہیں ایسے دل پر  
 ہے مد نظر نگاہ بانی  
 دلجوئی کو دل کے پاس تیرے  
 پید ہے سرشتِ آب و گل سے  
 شیشے کی طرح ہر ایک ساعت  
 ہے زینت و زیبِ کلاک تقدیر  
 تصویر پرست ہو خدائی  
 ایسی تصویر کی پرستش  
 جنگل کاٹے ہیں دشت چھانا  
 تقدیر نے گردِ شبنم دکھائیں  
 شکلِ سوسن ہر بن بنائیں  
 آفت کا مستبادلہ قضا کا  
 سیرغ کی وہ نگاہ بانی  
 کچھ بختِ سیاہ کی دورنگی  
 خامے کی زبان سے سنائی



اللہ کو نامہ بر کو سو نیا

خط قاصد خوش خبر کو سو نیا

## تیرہویں داستان

قصہ بیوفائی گل زبانی صنوبر بادشاہ اور رحمت ہونا شاہزادہ  
ماہ رخ کا

میزان گہر ذخیرہ گنج  
افسانہ رستم کن فسون ساز  
دیباچہ نویسِ حالِ پارین  
مشاق ہیں ختم داستان کے  
ہاں اے مری کلک صفحہ آرا  
بستان پر داز و گلستان ساز  
گل کر دچکو نہ با صنوبر  
جو حرف کروں قلم سے تحریر  
مرزا کی جان میں دھوم ہو جا  
اس شنوی پر تلم کو توڑوں  
نکتہ سنجوں میں بات رہ جائے  
سامع کی زبان پر مزا ہو

ہاں اے مرے غامہ سخن سنج  
ہاں اے تلم فسانہ پرداز  
شلخ گل گلشن نگارین  
مشہور سب اہل فنِ جہان کے  
احباب ہیں بر سرِ تقاضا  
ہاں غامہ گلستان و گلہزار  
پاکیزہ زبان سے بیان کر  
ہر پہلو سے ہر رقم سے تحریر  
روشن شلِ نجوم ہو جائے  
نکتہ صنعت نہ کوئی چھوڑ دن  
دریاے سخنوری جو بہ جائے  
شورِ نمکینِ مرجب ہو

ہیرے کی تسلیم تسلیم ہے میرا  
 آئین مشہور و ہر شاعر  
 خامرے سے وہ فیضیاب ہو جائیں  
 بان اے تسلیم نظام شاہی  
 شاہانہ کلام کچھ رقم کر  
 بان اے قلم شکونہ پرداز  
 وہ پردہ و حجاب بلیل  
 وہ نور نگاہ چشم غربت  
 سویا لیلے شب کے بین  
 پہنچا دربارِ شاہین اہ  
 سلطان نے اٹھا دیے سبغیا  
 بارہ زنگی کر یہہ منظر  
 گل پر کالی گھٹا سے چہائے  
 گھیرے نہ تھے روسیہ گل کو  
 زنگی نہ تھے گرد گلبند کے  
 دیکھو نیرنگ عشق بے پیر  
 آہن کا نہ تھا وہ طوق کالا  
 کاکل جو رساتھی تا بہ زنجیر  
 ہتکڑیاں تھیں پیش دست بستہ

یا قوت رقم تسلیم ہے میرا  
 جھولی بھر بھر کے لین جو اہر  
 وزہ سے وہ آفتاب ہو جائیں  
 زیبا ہے تجھے کلام شاہی  
 اقلیم سخن ہوتا مسخر  
 پھر سلسلہ سخن ہو آغاز  
 وہ غنچہ کشائے قصہ گل  
 جان سفر و دل سیاحت  
 جاگا گہوارہ سحر میں  
 خورشید منط سحر کے ہمراہ  
 خلوت خانہ ہوا وہ دربار  
 چہرے شب تار سے سیہ تر  
 دربار میں دست بستہ لائے  
 بھنورے پٹے ہوئے تھے گل کو  
 تھے ماریا سیاہ گردن کے  
 گل کو پہنا یا طوق و زنجیر  
 اُس ماہ کا تھا سیاہ ہالا  
 زنجیر تھی کاکل گرہ گیر  
 بیڑی پس پاتھی پاشکستہ

زنجیر کیے تھی ہوش رفتہ  
 زنجیر کے جھونک سوچا کہ  
 زنگی گلو بریدہ کا سر  
 شہ کا ایسا سمجھ کے خُدا ام  
 زربفت کی جھول طوق زکار  
 سونے کی بھنور کلی پڑی تھی  
 اک سید زر نگار لا کر  
 گتا کہ سگ عزیزِ جان تھا  
 تحفہ عمدہ نفیس خاصا  
 خزانہ میں چنا ہو انگایا  
 اشد ری یاوری قسمت  
 کتے کو طعنا مہفت زنگی  
 پیش سلطان ادب سے آئے  
 مارا جو چٹھری کو پڑھ کر افسون  
 ویکو تو فلک کی فتنہ سازی  
 پس خوردہ سگ کھلایا گل کو  
 رونے لگی پہلے وہ گل تر  
 پھر ہنس پڑی گل جو کھل کھلا  
 آنکھوں سے کہہ رہی تھی کچھ پھول

تھا طوق گلو گلو گرفتہ  
 لہراتی مکر تھی ہر تدم پر  
 رکھا اک طشتِ زرین لا کر  
 لے آئی سگ کلی گل اندام  
 پہنے ہوئے تھا سگ وفادار  
 ڈوری موتی کی اک لڑی تھی  
 کتے کو بٹھا دیا بچھا کر  
 تازیبست رہا رفیقِ شبہ کا  
 شاہی مطبخ سے ہر طرح کا  
 کتے کو تیز سے کھلایا  
 کتے کے لیے تھا خانِ نعمت  
 رات ب سا کھلا چکے جو زنگی  
 زنگی کا سر بڑیدہ لائے  
 ٹیکے کچھ سر سے قطرہ خون  
 ایسا وجہا ہوئی یہ تازی  
 زنگی کا لہو پلا یا گل کو  
 آنکھوں سے گویا درِ منور  
 منہ سے جھڑے پھول دلِ بابکے  
 رو بنے ہنسے میں حسبِ معمول

گل نے دربار میں گرائے  
 سلطان نے گل و گہر دکھا کر  
 میری گلی بیوسا ہی ہے  
 زنگی سر و گلو بریدہ  
 سند یہ ہے جو سگ نکھڑا  
 یہہ وقعت و اعتناء و اکرام  
 جو خوار ہی و ذلت اسے پائی  
 ملتا ہے وہی جو کچھ لکھا ہے  
 ہو جاتے ہیں نیک نام بدنام  
 قسمت سے نہیں کیسکو چارہ  
 حیرت میں یہاں ہر اک ٹک ہے  
 اک روز شکار کو گیا میں  
 جنگل تھا نشان راہ بھولا  
 دو پھر میں خون کر کے پانی  
 جنگل نہیں کان تھا بلا کا  
 تپتی تھی زمین ہوا تھی وان گرم  
 ہر سمت وہاں آگی ہوئی آگ  
 پائے ہوئے التہاب آتش  
 جو نخل تھا نار کا شجر تھا

خدام ادب اٹھا کے لائے  
 مہر خ سے کہا کہ اے دلاؤ  
 معشوقہ دلر با یہی ہے  
 میرا ہے رقیب شوخ ویدہ  
 میل یہہ رفیق ہے وفادار  
 کتے کی وفا کا ہے سب تمام  
 گل کی ہے سزا کے بیوفائی  
 تقدیر میں جو بھلا بُرا ہے  
 بدنام ہوئے ہیں نیک انجام  
 انسان و پیری کا کیا اجارہ  
 چکر میں پڑا ہوا فلک ہے  
 برگشتہ نصیب کھو گیا میں  
 پھر تار ہا جس طرح بگولا  
 صحرا کی تمام خاک چھانی  
 صحرا نہیں دشت کربلا تھا  
 جلتی ہوئی ریت آسمان گرم  
 ہر سو تھی وہاں لگی ہوئی آگ  
 تھے خاک و باد و آب آتش  
 دوزخ کا مکروہ دشت گھر تھا

زورِ حدت کمال میں تھا  
 ناگہ کیا تشنگی نے آگاہ  
 اک غار میں اک کنواں تھا پہنہاں  
 تھا خشک کیے فراقِ محبوب  
 عجلت میں نہ صاف و پاک دیکھا  
 جلدی سے کمر کسی ہوئی کھول  
 مجبورانہ غرض بنایا  
 کیا چاہ میں سحر کا تمنا لٹکا  
 تھا چاہ کی شکل سے نمایاں  
 آفت تھی خمیر آبِ گل میں  
 چاہت کا کنواں تھا عشق کا چاہ  
 چاہِ ذوق پر یو خان تھا  
 تشنگی میں کنواں تھا دیدہ مور  
 افلاس کا دستِ تنگ تھا وہ  
 دو پر یون کا وہ کنواں تھا کن  
 زور و شست لُٹ زماں فرقت  
 پر یان نہیں چاہ میں نہاں تھیں  
 یون چاہ میں وہ تھیں ناہویدا  
 یا جیسے جگر کے زخم میں چور

خورشید وہاں زوال میں تھا  
 پیاسے کو ہوئی کنوین کی پھر چاہ  
 یوسف کو ملا وہ چاہِ کنعان  
 بے آب تھا شکلِ چشمِ یعقوب  
 اندھا تھا کنواں نہ خاک دیکھا  
 چٹکے کی رسن کلاہ کا ڈول  
 اندھون کی طرح کنوین میں ڈالا  
 دل کے مانند ڈول لٹکا  
 یوسف کو کیا تھا اُس نے پہاں  
 یوسف کی تھی چاہ اُس کے دلین  
 ہنر کوثر کو اُس کی تھی چاہ  
 چاہ و بابل مگر کنواں تھا  
 کنجوس کا دل گہر کی گور  
 گویا دہنِ خدنگ تھا وہ  
 دو چاہ و گرینون کا مدفن  
 روحِ ہاروت و جانِ ماروت  
 اکھنوں میں کنوین کی پٹلیاں تھیں  
 جیسے دل میں رہے سویدا  
 یا جیسے کد میں زندہ در گور

ناگاہ کنوئین سے آئی آواز  
 بیجرم ہیں مور و جفا ہیں  
 بندی ہیں اسیر ہیں الم ہیں  
 اس چاہ سے جو ہمیں نکالے  
 کچھ ڈر لگا کچھ ترس سا آیا  
 رستی سے نکالا پیرزن کو  
 کھینچا دم کی مثال اوپر  
 تھیں چاہ میں صورت زلیخا  
 نکلیں مانند ماہِ نخب  
 نکلیں جیسے کہ دل سے ارمان  
 نکلیں دو زنانِ نیم مردہ  
 ضعفِ پیری سے تن بدن سن  
 موئے سر روئی کے تھے گالے  
 و تپا نوسی بہت پڑانی  
 قد خم ہو کر ہو اکسا سچا  
 رگ رگ ہوئی سوکھ سوکھ کر تانت  
 سینہ میں بھرا ہوا تخت کینہ  
 کہنے لگیں اے عزیز دلخواہ  
 دل میں نہیں ہر دھڑکائی

وانا ہے خدائے واقف راز  
 منطوم ہیں زیست و خطا ہیں  
 قیدی ہیں پڑے ہیں چاہِ غم میں  
 خالق اُسے چاہ میں نہ ڈالے  
 کچھ خوفِ خدا سے خوف کھایا  
 اوگلا کالے نے اپنے من کو  
 حسرت کی طرح نکالا باہر  
 شکلِ یوسف انہیں نکالا  
 نکلیں لفظوں سے جیسے طلب  
 نکلیں قلاب سے جس طرح جان  
 کہنے میں اور سالخورہ  
 کوزہ پشت و دراز ناخن  
 مکڑی نے لگا دیے تھے جالے  
 رکھتی نہ تھیں ساحری میں ثانی  
 تن سوکھ کے رہ گیا تھا ڈھانچا  
 منہ میں دانت اک نہ پیٹ میں آنت  
 جیسے کہ دنیہ میں خزینہ  
 اس قاف میں ایک ہے شہنشاہ  
 ہے تھر حندا کی حکمرانی

رسوا کیا شہر سے مکالا  
 ہوتے نہ اگر نصیب سوتے  
 اس دشت کے پلید ایک دریا  
 ریت اُس کی بُراؤہ طلا ہے  
 کنکر پتھر جو اہرین ہیں  
 دریا میں ہے ایک گاؤ بھری  
 قوت میں ہے فیل کے برابر  
 سیمین اندام و سیم تن ہے  
 آنکھیں سونے کی عنبرین بال  
 منہ لعل کا دانت ہیں گہر کے  
 ہیرے کی جڑا و یک تلم ران  
 یا قوت زبان ز مروین دم  
 گو سالہ سامری ہے وہ گائے  
 چلتی پھرتی ہو خشک ترین  
 برین صحرا کے دو بچرتی  
 رشک کا وزین ہے وہ گائے  
 سرمہ سا ہم آنکھ میں لگائیں  
 گو برنین جان سرمہ کی ہے  
 انجن سا جو آنکھ میں لگائے

اندھا کیا اس کنوین میں ڈالا  
 کیون چاہ میں آبرو ڈبوتے  
 اک چشمہ سے اشک سا ہی نکلا  
 پانی چاندی کا بہہ رہا ہے  
 کہتے یہی جسد ماہرین ہیں  
 ہے رنگ کھلا ہوا سنہری  
 قامت میں نہال سے تناور  
 تن نقش و نگار سے چمن ہے  
 شلخِ مرجان کے سنگ کڈال  
 گردن ہے یشب کی کان زر کے  
 ناک آبِ طلا کی سر بسر کان  
 توصیف میں اُس کی عقل ہے گم  
 جس سے نورِ فلک بھی شرمائے  
 اکھاتی پیتی ہو بحر و برین  
 گو بر ہے کنا رجس کرتی  
 گو برا گر اُس کا جا کے تولائے  
 دو اندھ ہیں چار آنکھیں پائیں  
 صدر رشک گل بکا ولی ہے  
 پھلتی جائے کاؤ ہند جلے

آنکھوں کے پیرین کبھی لالے  
 تاراسی کھلین یہ بند آنکھیں  
 اندھے ہو کر جو پائین آنکھیں  
 لانا نہ خطیرین تو مصائب  
 القصہ اٹھا گیا اور آیا  
 ظلمت میں نزول نور پایا  
 روشن ہوئیں شکل ست بیضا  
 بڑھئیوں نے کہا کہ ای جو امداد  
 تکلیف سہی ہماری خاطر  
 حسن خدمت کا کچھ صلا دین  
 بند آنکھ تھی جب کرم کو دیکھا  
 ہے باغ شہنشیہ میں اک گل  
 عکس رخ گل وہ پُرضیا ہے  
 شہرت کا یہ شور چار سو ہے  
 رخسار وہ صاف و پُرضیا ہے  
 چل گلشن حسن کو دکھائیں  
 مشتاق تھائے اڑتین وہ پران  
 سمجھا کر امور نیک بد سے  
 بولیں کہ یہ راز فاش گر ہو

اندھے ہو جائیں آنکھ والے  
 روشن مہرے دو چند آنکھیں  
 شاہنشاہ کو دکھائیں آنکھیں  
 حاضر رہنا نظر سے غائب  
 گوہر آنکھوں میں لالگیا  
 اندھوں نے چراغ طور پایا  
 جن آنکھوں کا نور جل گیا تھا  
 اندوہ میں تو ہوا ہے ہمدرد  
 خدمت میں یہ لونڈیاں ہیں حاضر  
 نعم البدل آنکھ سے دکھا دین  
 آنکھیں جو کھلین قدم کو دیکھا  
 رخ گل قد سرور زلف سنبھل  
 منہ شرم سے ہر کا پھر ہے  
 اس گل کا نہ گل میں رنگ بوہی  
 منہ آئینہ اپنا دیکھتا ہے  
 بیل تجھے گل کا ہم بنائیں  
 لائیں محل شہی میں پنجان  
 واقف کیا اپنی پھر بد سے  
 شاہنشاہ کو اگر خبر ہو



فرمائے گا اگ اے لگاؤ  
 اُس وقت یہ شہ سوغرض کرنا  
 اس سوختنی کی ہے تمنا  
 روغن مرے جسم پر ملا جائے  
 مل دینگے وہ روغن طلسمات  
 یہ کہے ہوئیں روانہ پر بیان  
 اک شوخ کو زیبِ تخت پایا  
 راحت میں تھی چشمِ نرگسی بند  
 رخ سایہ زلفِ نازنین تھے  
 چہرہ فردوس کا تھا ہندوش  
 گلِ رو تھی وہ گلبدن گلِ اندام  
 گلِ پیرہنی تھی اُس پہ طہرا  
 تھی خواب کی بسکہ بے حجابی  
 آنکھوں نے بہا حسنِ لونی  
 آنکھیں رہیں محوِ رخِ پرستی  
 کچھ پاس رہا نہ پھر ادب کا  
 کس شوق میں بیٹھ سر جھکایا  
 سنکرتا نفس کی آواز  
 دو لون کی ہوئیں دو چار آنکھیں

اس سوختہ جان کو جلاؤ  
 جل جل کے لکھا تھا میرا مرنّا  
 تباہل ہوا ستخوان کا جلنا  
 شعلہ مجھے نفت سا جلا جائے  
 پہنچے نہ ذرا گزند و آفات  
 آفت ہوئی چشمِ فتنہ گر بیان  
 سوتا ہوا اپنا بخت پایا  
 آرام میں تھی وہ ماہِ خورشید  
 دوشمس شبِ دراز میں تھے  
 جنت کا کنار اُس کا آغوش  
 گلِ رخ گلبرگِ تن تھی گلِ فام  
 اُس سر و سہی کا نام گلِ تھا  
 حاصل تھی نطفہ کو کا میابی  
 قسمت ہی دستِ لب کی پھوٹی  
 خواہش کی ہوئی دراز دوستی  
 بوسہ لینے کو لعلِ لب کا  
 منہ کو میں قریب منہ کے لایا  
 بیدار ہوئی وہ مایہ ناز  
 دلدادہ جگہ نگار آنکھیں

پہلے تو فوراً چورائیں آنکھیں  
 بگڑی وہ نگار شوخ بن کے  
 معشوقانہ مجھے اٹھایا  
 مشتاقانہ لڑین نگاہیں  
 باہم دو وزن کے تھے دل کو  
 یہہ دیکھ سکانہ چرخِ حاسد  
 شاہنشاہ نے یہہ راز پایا  
 پکڑا گیا جرم کی خطائیں  
 عاشق تھا یہہ مجرم شہانا  
 دل آتشِ عشق سے جلاتھا  
 فرمان دیا ناریوں کو اکبار  
 ہیزم سایہ شوخ چشم ڈالو  
 سینے بادب کہا کہ شاہ  
 مجرم ہوں حضور کا خطاوار  
 لیکن کرم شہی ہے موفور  
 تیار جب آتشیں ہو گلشن  
 تکلیف جلائے میں نہ دے آگ  
 سلطان نے کیا یہہ حکم جاری  
 روغن میں قلیلہ سا ڈبو کر

پھر غصہ میں کچھ دکھائیں آنکھیں  
 قدموں پر گرائیں یمین کے  
 مجبورانہ گلے لگایا  
 بیتابانہ کھینچیں کچھ آہیں  
 بے باکانہ مزے اڑاؤ  
 نیت ہوئی آسمان کی فاسد  
 گل کو گلچین نے ہے اڑایا  
 میں دل کی طرح پھنسا بلا میں  
 تجویز سزا ہوئی جلاتا  
 جلاتا تین زار کا سزا تھا  
 صحر آتش سے کر کے کھنار  
 وز و جرم شہی جلا دو  
 پیش آیا نصیب نے جو چاہا  
 اقبالِ تصور سے گنہگار  
 شامِ مری التجا ہو منظور  
 جہونکین ملکر بدن پر روغن  
 باروت کی شکل لے اڑواگ  
 شعل کی طرح جلے یہہ ناری  
 رکھو اسے آگ میں بھسکو کر

پریون نے خوشی خوشی تمجیل  
 تھا نہ نظر جو حفظ جسمی  
 مالش سے ہوا بدن جو کالا  
 تھی آتش طور عشق بازی  
 کرتی نہ تھی جسم پر اثر آگ  
 لالے کا کہلا ہوا تھا گلشن  
 بھڑکا کے مثال آتش گل  
 تھی مہر خون کی تابش رخ  
 مجھ کو جو نہ کچھ جلا سکی آگ  
 دل آتش عشق سے بھرا تھا  
 نارِ دل کی شہر نشانی  
 جل بجھ کے ہوئی جو آگ خاموش  
 بھاگے اڑتے ہوئے شہر دار  
 سلطان سے کھا کہ جان پناہ  
 مجرم ہے عجب خدا رسیدہ  
 جیتا ہے وہ صورتِ سمندر  
 سلطان سے وزیر نے یہ کی عرض  
 شاہنشاہ نے کہا کہ پتہ  
 وہ روز تھا عیدِ مبارک

کی حکم شہنشی کی تمجیل  
 کی مالش روغنِ طلسمی  
 آتش میں مجھے اٹھا کے ڈالا  
 شعلہ نے نہ کی زبان درازی  
 گلزارِ خلیل تھی مگر آگ  
 محفوظ رہا یہ پھول ساتن  
 پہنچا نہ مجھے گزند بالکل  
 شعلہ رویون کی آتش رخ  
 کیا کیا مرے ہاتھ سے جلی آگ  
 دو دوزخون میں مقابل تھا  
 اس آگ کو کر رہی تھی پانی  
 زندہ مجھے پا کر اڑ گئے ہوش  
 ناری جو تھے محافظ نار  
 دارا دربانِ چان پناہ  
 کامل درویشِ حق گزیدہ  
 خالص نکلا ہے صورتِ زر  
 اس بندے کی بندگی ہوئی فرض  
 نذرِ بلبیل ہو یہ گل تر  
 بلوا کے مجھے کہا مبارک

موقوف ہے اس پہ گل کی شادی  
 مینے بھی کیا خوشی سے منظور  
 گھوما کرے صبح و شام گردون  
 اسبابِ کثیر نقدِ زیور  
 گل کھائے ہوئے تھامشک کاین  
 گل کو لیے باغِ بلخ آیا  
 تقدیر سے یہ نہ آگہی تھی  
 پاکر مجھے نیم شب میں غافل  
 پھر نذرِ سحر سے واپس آتی  
 گذرا اسی شکل اک زمانا  
 خوشبوئے وفانہ گل میں پائی  
 دیکھو تو زمانہ کی دورنگی  
 گل اُسپہ ہزار دل سے مفتون  
 تھی منکر جو پیش آئی والی  
 تشویش نے خواب کو بھگایا  
 بند آنکھ مگر تھا دل خبردار  
 اُنھی پہلو سے در کی شکل  
 قبضہ میں تھی اک برہنہ تلوار  
 پہنچی ایوانِ رنگ میں گل

ہو آپ کے ساتھ گل کی شادی  
 شادی وہ ہوئی کہ چشم بدور  
 دیکھے نہ یہہ احتشام گردون  
 رخصت کیا گل جہیز دیکر  
 گل لیکے غرض ہوا ہوا میں  
 ظلمت کہہ کا چرخِ باغ لایا  
 گل ہی افسوس داغ دے گی  
 جاتی تھی کہیں وہ ماہِ کامل  
 قسمت ساجھے وہ سوتا پاتی  
 سمول رہا وہ آنا جانا  
 کھلنے لگا رنگِ آشنائی  
 گل کو کیا عندلیبِ رنگی  
 گوری لیس لایا مہیون  
 الجھن میں تھی جان میری ڈالی  
 نقشِ نقدِ یر نے جگایا  
 سوتا مجھے جانکر وہ بیدار  
 پیچھے ہوا میں بھی گرد کی شکل  
 ساتھی تھا یہی سب وفادار  
 آئی قیدِ فرنگ میں گل

ظلمت کہہ مین ہوئی دو داخل  
 پوچھا جیستی نے باعثِ دیر  
 مانا نہ وہ جیسہ درنگی  
 جس گل پہ نہ پھول کی چھڑی بھی  
 افسوس کہ اُس کو تازیانے  
 دو نون شیر و شکر ہو پھر  
 آنکھوں مین سما یا جیسے کابل  
 کیا حضرتِ عشق کے ہین نیزنگ  
 ظلمات سے نکلا آبِ حیوان  
 دیکھا گل کا جو پہرہ و تیرہ  
 حملہ آور ہوا کین سے  
 زنگی کی ہوئی یہ گل مدوکار  
 زنگی پہ چلا سگِ یگانہ  
 تازیانے جو تازیانہ کھایا  
 اقبال نے کی جو سہرستی  
 سر زنگی خیرہ سر کا کاٹا  
 دواک جو بچے ہوئے وہ مفرور  
 منجملہ ہے اُن کے ایک بیدین  
 دھپ سنی جو پہرہ کہانی

جیسے کہ گن مین ماہِ کامل  
 گل نے کہا سب ہوا تھا جو پھیر  
 لایا اک تازیانہ زنگی  
 بھولے بھٹکے کبھی پڑی تھی  
 مارے زنگی بے حیالنے  
 یکا شام و سحر ہوئے پھر  
 چھایا سب پر سیاہ بادل  
 دوڑا کافور پر سیاہ رنگ  
 گل کے قالب مین پڑ گئی جان  
 آنکھوں مین ہوا زما نہ تیرہ  
 دشمن سا ملا عدو دین سے  
 تازیانے رفیق تھا مرا یار  
 اُس کلب نے مارا تازیانہ  
 زنگی کو شکار سا دبا یا  
 حاصل ہوئی مکھو چیرہ دستی  
 کشتون سے تمام دشت پانا  
 مین داری شہی مین آیا منصور  
 منحنی تہ تخت شاہ ماچین  
 شاہ و اقامت کی زبانی

<p> مہرخ نے کہا کہ حضرت من  جو دیجے اسے سزا سزا ہے  سلطان نے کہا سُن اے مسافر  پُر زرمو جو دے خزانہ  مہرخ نے کہا شبہ خرو و زور  مفسس ہوں نہ مالدار ہوں میں  میں بندہ زر و زور انہیں ہوں  افلاس میں تن ہے دل نہیں ہو  پائے ہمت بڑھا کر اے شاہ  کرنا جہان کو رضا مند  یہ کہہ کے وہ رہ نور و غریت  خوش آیا فرد گاہ پر وہ </p>	<p> شہور ہے بیو فائی زن  اس بوا لہو سی کا یہ نہرا ہے  در کار ہو گر زرو جو اہر  زر کرتے نہیں سخی و فیہ  محتاج نہیں غریب پرور  تاجر ہوں نہ شہر یار ہوں میں  درویش ہوں پر گدا نہیں ہوں  لاچ مری آب و گل نہیں ہے  یان دست طلب کیا ہے کوتاہ  خاندندی ہے آپ کی خداوند  شبہ سے ہوا شکل ہوش و خست  درویش سا خانقاہ پر وہ </p>
--	---

### چودھوین داستان

واپسی شاہزادہ ماہ رخ کی طرف وطن کے اور اثنائے راہ میں  
ہمراہ لینا ملکہ جمیلہ بانو اور دخت سالار اور ملکہ ہیرا نگیز اور  
شک پر سی کو اور پہنچنا وطن میں اور ملنا مان باپ سے

اے رنگِ دہِ ریاضِ عالم  
 موزون کنِ قامتِ صنوبر  
 صیقل گر گردِ مہ و مہر  
 روشِ نگِ چشمِ نجمِ اختر  
 سرمہ کشِ ویدیا کے پیش  
 قیمتِ افراے پارہٴ نگ  
 خلاقِ زمین و آسمانہا  
 شاہنشاہِ بے نگیں و بے تخت  
 عالم کو ہے تجھے فیضِ بانی  
 دی فہم کو تو نے رہنمائی  
 دی عقل و خرد کو روشنگاری  
 بخشی ہے زبان کو خوش بیانی  
 اے غشی ہر چہار دفتر  
 بے نطق زبان جو حرف زن ہو  
 خامہ تحریر میں جو قسم ہو  
 سید صاحبو ہو صورتِ صنوبر  
 تحریر جو حرف ہوں نگین ہوں  
 ہو جائے صریحِ خامہ سے فک  
 سو جون کی طرح لے روانی

بسم اللہ ریاضِ عالم  
 رنگین سازِ رُخِ گلِ تر  
 صورتِ گردِ چہرہٴ پری چہر  
 شیرازہ بندِ ہفت کشور  
 گلستا بندِ آف نیش  
 جوہر و سنگِ محلِ خوش رنگ  
 جان و روح و تن و روانہا  
 قسمتِ بخشِ نصیب و بخت  
 ذرہ ذرہ ہے آفتابی  
 بخشی سایہ کو ہے ہمسائی  
 دی فکر و خیال کو گزافی  
 خامہ کو ہزار داستان  
 مشطوم نامے نظمِ اختر  
 اعجازِ نامہ اسخن ہو  
 ہر دایرہ شکلِ جامِ جم ہو  
 طوبی سے ہو قد کشی میں ہر  
 ہر خاتمِ دل پر نہ نشین ہوں  
 ہر نمونہٴ بیلِ خوش آہنگ  
 دریا و بیا ہو تر زبانی

ہر لفظ ہو دُرِ درجِ تقدیر  
 خامہ جو روانِ دم رقم ہو  
 دندانِ سمنبران ہو تشدید  
 ہونِ زیرِ وز بربتون کی شرکان  
 ہر پیش خمیدہ نوکِ گیسو  
 حرفون کی کششِ قد کشیدہ  
 ہاں فکرِ مہاکمند مرزا  
 تارِ یکی شب ہوئی جو راہی  
 بد لاشِ جسدِ لوسحر نے  
 واللیل کو ختم کر کے خورشید  
 پھیکسی سی ہوئی سیاہی شب  
 کٹنے گمارِ نگاہِ یسلی لیل  
 چھٹنے لگی زلف کی درازی  
 گھٹنے لگے عمرِ شام کے دن  
 بڑھتا ہوا آیا ترکِ نور روز  
 غائب ہوا لشکرِ صفِ آرا  
 مستورِ نجوم تھے تسمیحی  
 آئی جو بہارِ صبحِ عشرت  
 جانِ رفتہ بہانِ مینِ آبی

ہر نقطہ ہو نجمِ برجِ تحریر  
 خطِ مینِ خطِ عارضِ صنم ہو  
 جزمِ روشن ہو نجمِ نہامید  
 نقطے خالِ منجِ سینان  
 سطرون کی صفینِ صفانِ ابرو  
 نقطون کی روشِ گلِ رسیدہ  
 طبعِ جدت پسند مرزا  
 پھوٹی رخِ صبح سے سیاہی  
 پہرا دیا شمس کو قمر نے  
 وا الفجر کا کھولنے لگا بھید  
 روشن ہوا وا الضحیٰ کا مطلب  
 جیسے رخِ ماہِ پارہ سے میل  
 بھولی سب اپنی ترک تازی  
 پہنچا شب کا ماتم کو سن  
 روزِ فرخِ سعید و فیروز  
 پوشیدہ ہوا نظر سے تارا  
 آیا کوئی نہ پھر نقطہ بھی  
 رخصت ہوئی شبِ خزان کی مشور  
 اٹھی پئے بندگیِ خدا ئی



بیٹھے بہر و منو ساز می  
 آدیزہ گوشت افان کی آواز  
 تسبیح بدست حق گزیدہ  
 عابدِ محو عبادتِ حق  
 حافظِ مخلوطِ دو قرآن  
 صوفی مصروفِ پاسِ انفاس  
 عاشقِ محو نظارہ یار  
 ستانِ صبح کشِ مے آشام  
 رنید آزارِ عاشقانہ  
 فاسقِ فسق و فجورینِ گرم  
 ترسا بچکانِ سامری فن  
 بدستِ خارِ بادہ نوشی  
 اطرافِ دکانِ مے فروشان  
 سو سو کرائے تیانِ پر فن  
 گبر و ترسا سو کلیسا  
 زنگولہ جس ستانہ تاوس  
 خوش خوش ہر سو لگے بجائے  
 گلزارِ مین و می جبہ صبا  
 گلِ فرطِ طرب سے کھلکھلائی

استادہ بچے چاد غازی  
 مرغانِ سحر ترانہ پرواز  
 اوراد بلبِ خدار سیدہ  
 زراہد غرقِ ریاضتِ حق  
 قاری قرأت سے ناظرہ خوان  
 واعظِ مشغولِ ایہا الناس  
 روئے معشوق وقفِ دیدار  
 راہی سو میکدہ بکفِ جام  
 عازمِ طربِ تمار خانہ  
 آرایشِ ساقِ شیشہ شرم  
 ایمان کے عدوِ خرد کے دشمن  
 استادہ برائے مے فروشی  
 ہنگامہ و شورِ بادہ نشان  
 راہی سو بنگدہ بر ہمن  
 گر جا چلے پیر و ان عیسا  
 قرناش ہتائی نوبت و کوس  
 صبحِ عشرت کے شادیانے  
 گائے بلیل نے شادیانے  
 پھولے نہیں جامہ مین سائے

گلزار کی جان سر و نشاد  
 شمشاد خوشی سے یہ ہوا شاد  
 تھا دورِ محبتِ چمن میں  
 ہر ساغ و جامِ خندہ زن تھا  
 مینا کے لبوں پہ قہقہے تھے  
 آمد ہے بہار کی چمن میں  
 پڑ مردہ سمن برانِ بُستان  
 مانِ خاتمہ نازنینِ مرزا  
 نکلوتری شوخیوں پہ ہے نا  
 ہوتی ہے تمام شامِ غموت  
 شہزادہ کا مگار و فرخ  
 پھرتا ہے زمانہ سا وطن کو  
 پھر ناپید نصیب کا ہے پھر نا  
 پھر تو بھی سرورِ رق روان ہو  
 پھر جاہ و جلال کا وہ دلہند  
 سیاحِ سیاحت و سفر کا  
 گزری جو دل و جگر پہ گزری  
 نکلا وہ دمِ سحر گہی میں  
 تنہا تھا وہ بلند پایہ

قمری نے کیا خوشی سے آزاد  
 پایا دنیا میں نامِ شمشاد  
 ساری تھا سرورِ انجمن میں  
 رشکِ فردوس ہر چمن تھا  
 مرغانِ چمن کے چہچہے تھے  
 آمد پھر جان کی ہے تن میں  
 مڑے سے ہوئے شگفتہ خدا  
 معشوقہ و نشینِ مرزا  
 عالم کو دکھانیا کچھ انداز  
 آتی ہے چلی صبحِ صلت  
 رشکِ مہ و مہ جبین و ہرج  
 جاتا ہے ہر سار سا چمن کو  
 عاشق کو جیب کا ہے پھر نا  
 پھر نظمِ جدید و استان ہو  
 اقبال کا ارجمند فرزند  
 تھا شام سے منتظر سحر کا  
 شبِ منتظرِ سحر پہ گزری  
 نکلا غورِ شید ہمرہی میں  
 ہمراہ تھا ہمرہی کو سایہ

طے کر کے وہ ماہ منفر لین چند  
 صد شکر سلامتی سے بارے  
 سیمرغ کا پر تھا بال غفتا  
 سیمرغ کی لوین پر جملایا  
 حاضر ہوا حضرات کی شکل  
 کیون یاد کیا ہے کام کیا ہے  
 ہر خ نے کہا کہ اسے مدد کا  
 سیمرغ نے عرض کی بہت خوب  
 القصد تمام کر کے سامان  
 راہی ہوا مرکب ہوا دار  
 پھر دشت تھا اور دشت گردی  
 منزل کو دو منزل نہ بنا کر  
 وخت سالار کو لیا ساتھ  
 گردش میں تھے شکل جام دونوں  
 رستے سے ہوئی جمیلہ ہمراہ  
 پہنچا بسوا دھڑا گنگن  
 دیوانہ ہوا تھا جو کہ غائب  
 حاضر ہے ہوا بقدرت رب  
 القصد نئے سرے سے دربار

ہو کر رہ واپسی کا پابند  
 جا پہنچا محیط کے کنارے  
 اقبال کا بال پر ہٹا کا  
 لپکا ہوا شعلہ سا وہ آیا  
 کی عرض کہ اسے نجات کی شکل  
 کیا فکر ہے اہتمام کیا ہے  
 امداد ہے واپسی پر درکار  
 توشہ کا بھی ہو تدریم اسلوب  
 بیٹھا سیمرغ پر سلیمان  
 اترا اس پار سے وہ اس پار  
 پامردی کے ساتھ رہ نور دی  
 اور قلعہ زنگیان میں آکر  
 راہی ہوا ایک ہاتھ میں ہاتھ  
 ملکر چلے صبح و شام دونوں  
 طے منفر لین کر کے جملہ وہ ماہ  
 بھیجا یہہ پیام لطف آمین  
 آزار اٹھا کر اور مصائب  
 دینے کو سوال کا جواب آت  
 آراستہ ہو گیا پھر اکبر

پوچھا گیا پھر وہی مکرر  
 مہر خ نے کہا یہ مسکرا کر  
 رنگی جو ہے بچیا و بیدین  
 حیران ہوئی تپتے کی شکر  
 کہنا بس اس قدر ہے کافی  
 دور و زمین انتظام ہو کر  
 اُس مہر کا ماہ سے کیا عقد  
 نقرہ و طلا ز ر و جواہر  
 سامان اسباب اور اثاثہ  
 کثرت سے غلام اور کنیزین  
 شاہانہ طریقہ سے روانہ  
 ہمراہ ہوئی خواص خود کام  
 منزل آگے جو پیش پا ہے  
 منزل وہ نیاز و ناز کی ہے  
 رشک پری و بشر کی منزل  
 مازم وہ ہوا اُدھر سفر کا  
 تھی رشک پری کو بقیاری  
 بیچین تھی مضطرب تھی تیب  
 چھائی ہوئی دل پر اک رکاوٹ

گل گرد چگونہ با صنو بر  
 حاضر کرو اُس کو جلد لاکر  
 مخفی تہ تخت شاہ ماچین  
 بولی وہ نگارِ ناز پرور  
 پایا میں نے جو ابِ شانی  
 شاہانہ سب اہتمام ہو کر  
 اجناس ظروف و زیور و نقد  
 بیرون شمار سب بظاہر  
 اور اشترو اسپ و فیلِ خالصہ  
 رخصت کیا دیکے جملہ چیزیں  
 لیکر ہوا جملہ کارخانہ  
 شیدائے ماہِ نوح و آرام  
 آنکھوں سے اگر کٹے بجا ہے  
 معشوقہ و لہو از کی ہے  
 سر آنکھوں سے اُسے سر کی منزل  
 اب حال سنو ذرا ادھر کا  
 حالت تھی عجیب اُس پہ طاری  
 مفقود تھی خواہشِ خور و خواب  
 ساری رگ و پی میں سناہٹ

لب تشک تخی نم تخی چشم رخ زرد  
 دل ہاتھوں سے کوئی مل رہا تھا  
 ٹاوک تھا مفارقت کا دل دوز  
 آنکھوں میں سرشک لب پہ تھی آہ  
 بیتابی شوق میں لپٹ کر  
 اتریں جو سوار یان ز نانی  
 آنکھوں سے اہونے کی تراوش  
 دیکھے جو یہ ماہ رخ نے تیور  
 سب نے کیا کارسہ نمایان  
 پھر رشک پری کے پاس لا کر  
 جامہ تھا ہرن کا مینے پایا  
 ماچین کی ہے جو شاہزادی  
 اور یہہہ جو خواص ہے دلازم  
 چو تھی کہ یہ چہرے عیان ہے  
 لائی نہ فراق کی جو طاقت  
 بولی وہ پری برج ادا  
 دو ایک کہوں اگر میں چنکر  
 سچ ہے مرے ہجر میں نبی تھی  
 ابرو کی گرہ پڑی تھی دل میں

ساری سار سے بدن میں تھا درد  
 سب جسم کا دم نکل رہا تھا  
 گریبان تھی وہ شمع محفل افروز  
 داخل ہوا شاہزادہ ناگاہ  
 باہم وہ ملے چمٹ چمٹ کر  
 ظاہر کی پری نے سرگرائی  
 نیشِ غم نے جگہ میں کاوش  
 کی رشک پری سے عرض ڈر کر  
 ہراک کا ہے ایک مجھ پل حسان  
 بولا وہ جھیلہ کو دکھا کر  
 اس نے مجھے آدمی بنایا  
 اصل مقصد کی رہنمائی  
 آئی شکل میں تھی مرے کام  
 بنتِ سالارِ رنگیان ہے  
 منظور خوشی سے کی رفاقت  
 بنتی ہنیں بات گو بنائی  
 رہ جاؤ گے چپ تپے کی سنکر  
 جینا نہ تھا بلکہ جان کنی تھی  
 ہر نوکِ شرہ گڑی تھی دل میں

تر تھے نہ کہ میں ملول و ناکام  
 میں ہی تھی بہارِ بزمِ عشرت  
 میں ہی کیفِ غیر سے تھی میخوار  
 پیری ہی تو چشم سے سراپا  
 خمیازے میں ہی تو کھینچتی ہوں  
 میرے ہی تو ہیں یہہ دولبت تر  
 یہہ ہاتھ جو لالہ ہیں مرے ہیں  
 میرے ہی تو سرخ ہیں کفِ پا  
 میرے ہی بے ہوئے ہیں گیسو  
 کیا مجھ پہ نبی کے بتاؤں  
 پتھر کا دل و جگر تھا میرا  
 خاطر میں مصیبتیں نہ لائی  
 جیتی تھی بہم لبوں کو سیکر  
 کاہیدہ کمال ہو گئی تھی  
 فاقہ پہ کیا جو مینے مذاقہ  
 و مساز نہ تھا بجزدوم سرد  
 ولسوز نبی تھی آہ سوزان  
 پتھر تھا اگر رفیقِ سر تھا  
 تھا نالہ درامرا ہوا خواہ

میں تھی نہ کہ تم بعیش و آرام  
 میں ہی تھی کسی کے دل کی حسرت  
 میں ہی مئے وصل سے تھی سشار  
 آثارِ حصار ہیں ہویدا  
 میں ہی تو جمائی لے رہی ہوں  
 رنگِ بے شکر فی سے احمر  
 گل سے یہہ جو گال ہیں مرچیں  
 مینے ہی کیا ہے خون و خاکا  
 میرے ہی تو ہیں یہہ عنبرین مو  
 اپنی بیٹی کسے سناؤں  
 سودا تھا ہزار سرتھامیل  
 ہنس ہنس کر جھڑی اٹھائی  
 دیکھے کوئی اسن طلع سے جیکر  
 ابرو کی مثال ہو گئی تھی  
 غش سے نہ ہوا کبھی افاقہ  
 غنوار نہ تھا بجزدوم و درو  
 دل صورتِ شمع تھا فروزان  
 زندان تھا اگر تو میرا گھر تھا  
 مرنے پہ میں مر رہی تھی جانکاہ

تمنے ہنیں گریہ نے دیا ساتھ  
 تمنے ہنیں غم نے مجھ کو چاہا  
 کی تمنے کہ رنج نے رفاقت  
 دلسوز تھے آپ یا الم تھا  
 جانشین تھے آپ یا کہ وحشت  
 تھے آپ رفیق یا بکا تھی  
 ہے ہے شب ہجر کی درازی  
 وہ روزِ فراق کی مصیبت  
 وہ جوشِ جنون کا ضبط کرنا  
 وہ داغِ مہاجرت کی سوزش  
 وہ طعنہٴ اقرار و اغیار  
 تمنے سہ صبر سے کہہ بنے  
 پہلو میں نہ آپ تھے نہ دل تھا  
 گو چاہا نکلتا میرے دم نے  
 صد شکر کہ اب بھی آپ آؤ  
 آئی نہ مری سمجھ میں یہ بات  
 ہاں ہاں غلطی پر آپ میں ہوں  
 کیوں کر کہوں خالی ہاتھ آئے  
 اشد رمی آپ کی سخاوت

تھا آہ و فغان کا ہاتھ میں ہاتھ  
 تمنے ہنیں درد نے نباہا  
 کی تمنے کہ نار نے محبت  
 غمخوار تھے آپ یا کہ غم تھا  
 ہمدرد تھے آپ یا کہ حسرت  
 جو آہ تھی تانک رسا تھی  
 اور درد و الم کی جان گدازی  
 پاسِ ناموس کی اذیت  
 وہ کنجِ الم سے ربط کرنا  
 وہ تیغِ مفارقت کی ہریش  
 جو تیرے دل کے ہوتے تھے ہار  
 صدمے یہ اٹھائے کسے دم نے  
 اک دردِ فراق جان گسل تھا  
 رستا نہ دیا بارہ عدم نے  
 کھوئے ہوئے مدتوں کے پائے  
 ہدیہ ہے نہ ارمان نہ سوغات  
 طعنہٴ ناحق کسی کو کیوں دوں  
 سو میں مرے واسطے ہیں لائے  
 احسانِ کرم عطا عنایت

مین رہ گئی شکل حنا رہو کر  
 گھڑیان کاٹی تھیں مینو گین گین  
 کیا کیا نہ ترے بغیر گزری  
 بیکار اب اُس کا ہے اعادہ  
 کب شکر نصیب کا ادا ہو  
 سب شکل پہ دل ہر ایک دیگا  
 شہزادہ نے دم بخود سنا یہ  
 پیاری ہے غلط خیال تیرا  
 مجبور تھی کر رہی ضرورت  
 چاہا ہر چند گو بچسنا  
 جانی ہو خطا معاف میری  
 اور میں بھی غلام ہوں تمہارا  
 یہ کہہ کے گرا قدم پر اُس کے  
 جھک کر قدموں سے سراٹھایا  
 نہ اید ہوا پیش غم ہوا کم  
 ہاں غامہ گلشن و گلہاز  
 آرایش دست نکستہ پرور  
 پاتی ہے شب فراق پایاں  
 چل تو بھی زمانہ کو دکھا دے

تم ایک سے آئے چار ہو کر  
 رورو کے کٹے پہاڑ سے دن  
 گزری جو کچھ کہیں گزری  
 پایا جو تھا پیش پا فتادہ  
 ہوتا ہے وہی جو کچھ بد اہو  
 مجھ سنا مگر تھیں ملے گا  
 پھر جوڑ کے ہاتھوں کو کہا یہ  
 ہے اسکا خدا گواہ میرا  
 ہلکی نہ مفسد کی کوئی صورت  
 کرتا تھا مخالفت زمانا  
 تو بیوی یہ لوندیاں ہیں تیری  
 من جاؤ کہیں بس اب خدا را  
 چھوڑا سب کچھ کرم پر اُس کے  
 دلدار تھا سینہ سے لگایا  
 رہنے لگے سب خوشی سے باہم  
 جانانہ روش رو سبکتاز  
 آراجم نامہ ملِ سخنور  
 وہ صبح وصال ہے نمایاں  
 جادو رتھی کے پاک جادے



تاریکی شب ہے گرسلیا ہی  
 معجز رتھی سے ہن فراہم  
 کرتی ہے زمانہ کی دوزنگی  
 انقصہ وہ جملہ رشک پروین  
 سب گل کی مثال تھے چمن میں  
 خوش خرم و منبسط تھے شاؤن  
 دن عید کا دن تھا شبِ قدر  
 اُس نچھ پر تھا حسد کا دیدہ  
 جانے میں زبکہ تھی عجیلہ  
 سوئی بعد اُس کے پھر آرام  
 پھر شمعِ حیات غیرتِ حور  
 پڑمردگی اُس چمن میں چھائی  
 دل تھا جو اُچاٹ ماہِ رخ کا  
 حب الوطنی نے دل دکھایا  
 پھر رشکِ پری سے کر کے شورا  
 چلنے کا سب ان خطام کر کے  
 ہمراہ لیے بہیر و مہنگاہ  
 چندے رہے رہرو کی کے پابند  
 پہنچے وہ نواحی عجم میں

صبح روشن ہے روشنائی  
 اک بیت میں صبح و شام باہم  
 ہم قافیہ زنگی و من زنگی  
 تھے عیش اندوزِ بزمِ رنگین  
 انجم کی طح سے انجن میں  
 تھے غافل انقلابِ نادان  
 غافل کہ فلک تھا ور پے غدر  
 دو پھول ہوئے خزانِ رسیدہ  
 راہی ہوئی پیشتر جمیلہ  
 گہوارہ قبر میں دلا رام  
 گلگیرِ قضا نے کی جو بے نور  
 افسردگی انجن پہ چھائی  
 عازم ہوا وہ وطن کے رخ کا  
 مان باپ کی یاد نے ستایا  
 سامان سفر کا کر کے پورا  
 رہرو وہ مقیم تھے سفر کے  
 تھی رشکِ پری بھی اُنکے ہمراہ  
 طے کر کے غرض منازلِ چند  
 دم آیا مسافروں کے دم میں

از راہِ سرِ یقینِ سعادت  
 اے قبلہ و کعبہ معظم  
 رخصت جو پئے شکار لیکر  
 ریش جو کار تھے ضروری  
 تھے وہ نہ امورِ اختیاری  
 ردی کی معاف گر خطا ہو  
 لیکر ہمراہ چند اسامی  
 حضرت کے قدم سر پر رکھے  
 راحت ہو مری نظر کو حاصل  
 تحریرِ پسر کی ماتھ آئی  
 واپس ہوئی گم شدہ بصارت  
 بیٹے کو خوشی خوشی بولایا  
 بہون کو بھی سینہ سے لگا کر  
 مین عن سنی سرگزشت ساری  
 کھوئے ہوئے کو جو لا ملایا  
 شکریہ کا پھر پڑ عا دو گانہ  
 جانین دل و جان سے مذاکین  
 فضل و کون خزانہ سے اٹھایا  
 نذرین ہوئیں جملہ اور نیازین

بھیجا یہ عریفہ ارادت  
 اے واجب الاحرام و اکرام  
 رخصت ہو اداغِ ہجر دیکر  
 اٹک ہوئے مانعِ حضوری  
 ہے اسکا گواہ رب باری  
 اکرام و نوازش عطا ہو  
 ہو حاضرِ خدمتِ گرامی  
 آنکھوں پہ دل و جگر پر رکھے  
 آرام دل و جگر کو حاصل  
 مان باپ نے جانِ تازہ پائی  
 آئی تن ناتوان مین طاقت  
 رو رو کر اُسے گلے لگایا  
 پہلو مین مثالِ دل بٹھا کر  
 بولے ترا شکر رب باری  
 زندہ اُسے ہکو پھر دکھایا  
 شکرانہ خالقِ یگانہ  
 مافی ہوئی منتین ادا کین  
 اللہ کی راہ مین لٹایا  
 مسجد مین پڑھی گئیں نمازین

بر پا ہوئیں محفلین طرب کی  
 یارب اسی شکل تیرے واری  
 اوقات بسر ہو شادمانہ  
 اے عالم واسے عظیم ودانا  
 بر پنج حسن طریق شایان  
 مانع ہوئی کوئی شے نہ حاجب  
 الشکر لائق البرایا  
 دی جس نے تم کو تر زبانی  
 رونق کی زبان سے دہن کی  
 ہاں اے سخن آفرین خدا داد  
 وہ کی ہے فلک نے حق بازی  
 کس وقت تو دار و جہان ہے  
 اب ہے جو زمانہ سفلہ پرور  
 ہر بیت پر اشرفی کہاں اب  
 ایسا تو نہیں کوئی بظاہر  
 ہے کوئی جو پیل بار زردے  
 ہے حوصلہ پست پست ہمت  
 زر کیسا نہیں ہین داد دیتے  
 کینہ بھی ہے رشک بھی حسد بھی

بر آئی دلی مراد سب کی  
 بر آئے مراد دل ہماری  
 محفوظ حوادث زمانہ  
 اے قادر واسے قوی توانا  
 پہنچائی یہہ مثنوی بپایان  
 شکریہ ہے تیرا مجھ کو واجب  
 والحمد لہ اہب العطایا  
 انسان کو عطا کی خوش بیاں  
 تعلیم طریقتہ سخن کی  
 کوئی نہیں جو سخن کی دوداد  
 مفقود ہوئی سخن نوازی  
 جب قدر سخن نہ قدر دان ہے  
 باقی نہ رہا کوئی سختور  
 با حوصلہ لوگ وہ گئے سب  
 ہر شعر پہ دے زر و جواہر  
 سٹھ موتیوں سے سخن کا بھروسہ  
 ہے فیض حیا نہ ہے مروت  
 دینے کا نہیں ہین نام لیتے  
 انصاف سے ہے تہی جسد بھی

<p>             کہتے ہیں مذاق سے بنا کر              نرمی طلبی سخن درین است              یہہ طیش بجا نہیں نہ یہ جو شش              عقل اس کو کرے کبھی نہ باور              دینا نہیں قدر دان سے خالی              بے شبہ ہے جو دین نہ مایہ              وہ ہے یہاں خدیو باؤل              ہیں اُس کے صفات خارج ازہم              بحر کرم و یمیم عطا یا              اس وصف میں بیشال ہے وہ              کہ تو بھی مفتد ر آزمائی              لایا پئے پیشکش ہے احقر              ممتازِ جہان یہہ بنیوا ہو              ہم غنوں میں بے نیاز ہو جائے              ہو و او کے نام پر بکالی           </p>	<p>             اشعارِ مدیکہ سن سنا کر              حاضر و ل و جان تو ہیں سر و ست              دل نے کہا میرے مجھے خاموش              یہہ قول بھی ہے غلط سراسر              جب تک ہے و کن کا شاہِ عالی              بیشل ہے بخشش و عطایں              وہ ہے ہر مانہ شاہِ عادل              خود وہ ہے سخنور و سخن فہم              مخدوم و منظم بر ایا              وریا دل و یم نوال ہے وہ              ہے حاضرِ آستانِ خدائی              شاہا یہہ ہے ہر یہ محترم              تشریف قبول کر عطا ہو              منصب سے یہہ سرفراز ہو جائے              ہے و آغ کی جائد اد خالی           </p>
--	--

لے صفت کا نام خدا داد ہے عزیز و اقارب دوست و احباب محبت و اختصار کی راہ سے  
 صرف داد کہتے ہیں اس موقع پر و آغ کی رعایت اور مناسبت سے استعمال ہوا۔

ہمارے پانچ پانچ جادوی اش فی ۱۳۲۵ء تمام رسید

# تاریخ اتمام تصنیف ثنوی گل و صنوبر من نتائج افکار مصنف

سال اتمام در سن ۱۳۱۲  
ثنوی گل و صنوبر شد

## تاریخ طبع ثنوی گل و صنوبر من نتائج افکار مرزا عثمان بیگ صاحب پسر مصنف

جب تصنیف صنوبر اور گل کا مشہور ہوا چار چار بابت تسلیم کیا سنخو رو ن نے تصنیف دلا یہ بے تکلف تاریخ کی فکر جو مجھے تھی تحریر کیا یہ سال ۱۳۱۵  
مرزا کے متلم سے ہو کر ایجاد دینے لگے سب کلام کی داد یہ نظم ہے خامہ ریز بناو ہے شہرت میرزا کی بنیاد صد شکر ہو امین اس سے آزاد لکھی ہے یہ ثنوی خدا داد ۱۳۱۵

## تاریخ طبع ثنوی گل و صنوبر من نتائج افکار مرزا سلیمان بیگ صاحب پسر مصنف

یہ ثنوی گل و صنوبر تیار ہوئی جو طبع ہو کر ہونے لگے شہر شہر چرچے گلزار نسیم نقش اول برجستہ کہی یہ مینے تاریخ ہے نظم میں ایک تازہ ایجاد عالم ہوا دیکھ کر اسے شاد دینے لگے داوید استاد نقش ثانی کی ہے یہ بنیاد ہے دولت ناوہ خدا داد ۱۳۲۴

## قطعہ تاریخ نواب محمد جعفر خان صاحب التخاص بہ خدین

شفیق من میراے باوقار  
در نظام نظم ناظم بے نظیر

نکته سنج و مو شکافت و لغز گو فیض و آتش گلشن معنی و میسر صنعت ایجا و طبش لاجواب طرز او و صنعت و ترکیب نظم چون ز گلکش شبنوی آمد پدید بیت او ابیات ابر و سبتان حرف راهروا نره خورشید و ش جوهر معنی ز لفظش آشکار صد هزاران آفرین بر شبنوی شبنوی این است یار شک ارم چون خزین در فکر سال او شدم	در سخن هر کس ندارد این خمیر آب رحمت میسر بد کلاب مطهر الوزی دارد و نه این روشن خمیر نمایند قدرت رب قدرتیر بر فلک در وجود شد حال ویر نقطه هایش مردم چشم بصیر شعرا و روشن تر از ماه و نیر ملوه گرد آئینه مهر نیر در وجود آفرینش بی نظیر نزہت او دل را و دل پذیر گفت با تلف - این کلام بی نظیر
---	---

قطعه تاریخ طبع زاد محمد حسین صاحب بلیغ فتحنوی

مرکب باوصهانذریگل تر ساخته آب و تاب حسن و لبر رنگ گوهر ساخته شیون و فراد عشق الی منون گذشت شاعر عجز رقم مشهور مقرر الکهنوی قدر گوهر شمع بداند یا بداند جوهری قطره خون جگر آید دم فکر سخن ناش چون گردید راز و لبر غالیغ	بوی عطری کو بکودم ساز غبر ساخته در هوای او دل شوریده مضطرب ساخته در جواب او جمال گل صنوبر ساخته معنی عشق صنوبر سلک گوهر ساخته ذره عشق صنوبر مهر انور ساخته گوهر نایاب معنی چون صنوبر ساخته قصه گل با صنوبر مهر انور ساخته
--	---

# صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۱۰	صبح اول غاتم	صبح اول غاتم	۳۲	۱۸	اسرار	اسرار
۴	۱۶	امید	امید	۴۲	۱۸	صلا	صلہ
۵	۱۶	قمر	قمر	۴۳	۱۲	یلا	یلے
۵	۱۶	گیو، تون، گیسو، تون	گیو، تون، گیسو، تون	۴۴	۱۵	تیوڑی	تیوری
۶	۱۶	کدر	کدر	۴۷	۱۷	سایا مصرعہ اد	سایہ مصرعہ اد
۹	۱۳	شہ	شاہ	۵۳	۱۵	درو	درد
"	"	ادلو الامر	ادلے الامر	۵۴	۶	چہار	بہار
۱۶	۱۱	بیخود	بیخود	"	۱۵	کشکس	کشکش
۱۹	۵	شعلہ	شعلہ	۵۹	۱	پچان	پیچان
"	۱۰	باغ سے	باغ اس سے	۶۲	۱۵	کیے	کئے
"	۱۹	پچان	پچان	۶۳	۲	لے	لے
۲۳	۷	زلزلہ بیا	زلزلہ بیا	۶۹	۵	زینت	زینت
۲۵	۱۳	جلو زیر	جلو زیر	۷۲	۸	دلب	دلبر
۲۶	۴	دیا سنو لے ارادہ	دیا اُس نے ارادہ	"	"	گیا	کیا

صفحہ	سطر	فقط	صحیح	صفحہ	سطر	فقط	صحیح
۷۵	۱۷	طوق	طوق	۱۳۱	۳	پار	پار
"	۱۹	کی نو	کی جو	"	۷	نشل	نشل
۸۰	۱۷	زلف	زلف	۱۳۲	۱۰	صلہ	صلہ
۸۶	۲	آنکھوں	آنکھوں	۱۳۳	۱۸	نفس	نفس
۹۰	۱۰	پن	چمن	۱۳۶	۱۳	لیلا	لیلا
۱۰۰	۴	ہوسان	ہوشان	۱۳۳	۱۳	وخت	وخت
۱۰۴	۱۷	یسر	یسر	۱۳۴	۵	شانی	شانی
۱۰۸	۱۲	خنجر	خنجر	۱۳۵	۷	لے	لے
۱۲۰	۴	سرپر	سرپر	۱۳۸	۱۷	امال	امال
"	۹	حب	حب				
"	۱۷	کیلا	کیلا				

۱۰/۱/۴

ح ۲۵۱

واقفہ نمبر

ح ۲۵۱

ح ۲۵۱





## اطلاع

اس مطبع میں نہایت حسن و خوبی و راستبازی سے ہر قسم و ہر درجہ کا کام کیا جاتا ہے۔ کام کے لحاظ سے نرخ بھی مقرر ہے جیسی چھپائی و سیاہی زیادہ چھپانے پر کام نہیں۔ ٹھیک وقت پر کام دیا جائیگا۔ جس حد تک وعدہ ہوگا اُسکا پورا لحاظ رہیگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ صاحب فرمائش بھی خوش معاملگی سے کام لے اور اپنے وعدوں میں ثابت رہے۔ نمونہ کیلئے مطبوعہ کتابیں موجود ہیں جو ملاحظہ ہو سکتی ہیں۔

المشتر سید محمد طاہر رضا۔ مالک مطبع۔ کوئٹہ اکبر جاہ۔

محاذی لیت دیوانی بلکہ حیدر آباد